مناقب

حفیظ تائب

القمر انٹرپرائزز
رحمان مارکیٹ
اردو بازار: لاہور

خوبصورت، معیاری کتابیں

القمر انٹرپرائزز

اہتمام: محمد سعید اللہ صدیقی

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت اول

سنہ 1999

سرورق

تنویر فرشد

مطبع

آر آر پرنٹرز لاہور

تعداد

ایک ہزار

قیمت

100 روپے

حافظ محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جو پیکر تھا بظاہر سادگی کا
مگر تھا بابِ روشن آگہی کا

شریکِ زمرۂ لایحزنوں تھا
مرقع تھا جمالِ باطنی کا

عبارت زیست تھی فقر و غنا سے
نمونہ تھا وہ خوئے دلبری کا

نفاست تھی طبیعت میں نرالی
لگا مجھ کو سراپا دلکشی کا

مرا دردآشنا، پرسانِ احوال
بھرم تھا جو مری کم مائگی کا

کریں اب کس سے جا کر استفادہ
کہیں غم کس سے جا کر بے بسی کا

یہ حسرت رہ گئی ہے دل میں تائب
کچھ اس سے سیکھتے فن زندگی کا

فہرست

تقدیم: طالب ہاشمی 11
سلکِ مناقب: ڈاکٹر تحسین فراقی 15

حمدِ باری تعالیٰ 39
نعتِ رسول مقبول ﷺ 41
مناقب
خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 44
ثانی اثنین رضی اللہ عنہ 45
سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 47
سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ 49
حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ 51
سیدنا حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ 53
حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ 55
سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ 57
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ 59
حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ 61
امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن 63
64

فرزندانِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم 71
بناتِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہن 72
سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا 74
سیدنا امیر حمزہ ؓ 75
سیدنا حضرت ابوالعاص ؓ 77
سیدنا حضرت امام حسن ؓ 79
سیدنا حضرت امام حسین ؓ 80
سیدنا امام حسین ابن علی المرتضیٰ ؓ 82
شہیدِ اعظم ؓ 84
امامِ عالی مقام ؓ 85
شہیدِ کربلا ؓ 87
خونِ حسینؓ کی قسم 89
حق پرستوں کا نمائندہ حسین ؓ 91
سلام بحضورِ شہداء کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم 92
سیدنا حضرت حسین ابنِ علی ؓ 94
امام الشہداء ؓ 95
سلام بحضور شہیدانِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم 97
امام اعظم حضرت ابوحنیفہ ؒ 99
سیدِ ہجویر ؒ 100
مخدومِ امم ؒ 102
شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز 104
سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی ؒ 106
حضرت غوث بہاء الحق ملتانی ؒ 109
حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ؒ 111
حضرت بابا فرید الدین شکر گنج ؒ 112

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ	114
حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	115
حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	116
حضرت شیخ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ	118
سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ	120
امیرِ ملت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	122
مناجاتیہ	123

طالب الہاشمی

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مناقب کا مطالعہ کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے روشنی پھوٹتی ہے۔ اس کا ہر صفحہ ایمان و یقین کی ایک ایسی پھلواری ہے جس کے رنگا رنگ پھولوں کی خوشبو سے مشامِ جان معطر ہو جاتا ہے۔ یہ ایمان افروز مجموعۂ مناقب نتیجۂ فکر ہے، ہمارے حبیبِ مکرم جناب حفیظ تائب کا۔ انہوں نے اس کا مسودہ مجھ ہیچمدان کو دکھایا تو میں نے اسے اپنی خوش بختی سمجھا کہ ان کی فرمائش پر اس کی مختصر سی تقدیم لکھ دوں۔

بیانِ قامتِ آں یارِ دلنواز کنم
بایں بہانہ مگر عمرِ خود دراز کنم

جناب حفیظ تائب کا اسمِ گرامی علم و ادب کی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ عصرِ حاضر کے نعت گو شعراء کی صفِ اول میں وہ ایک منفرد ذوقِ اظہار کے مالک ہیں۔ اس نے انھیں "شہرتِ عام اور بقائے دوام" کے دربار میں نہایت بلند مقام اور مرتبے پر فائز کر دیا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

فنی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو لا محالہ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے نعت گوئی کے فن کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے لیکن ہمارے نزدیک

ان کے کلام کی خوبیاں وہبی ہیں اکتسابی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قلبِ گداز کے ساتھ عجز و نیاز کی دولت سے بھی نوازا ہے۔ ان کے روئیں روئیں میں محبوبِ کبریا ﷺ کی بے پناہ عقیدت اور محبت رچی بسی ہوئی ہے۔ وہ ایک ایسے عاشقِ رسول مردِ درویش ہیں جن سے مل کر محسوس ہوتا ہے کہ وہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کی سچی تصویر ہیں:۔

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

فی الحقیقت جناب حفیظ تائب کی نعت گوئی کے بارے میں کچھ کہنا محض تحصیلِ حاصل ہے کہ اس میں وہ اوجِ کمال کی آخری حد تک پہنچ چکے ہیں اور اس حقیقت کا ہر صاحبِ دل کو اعتراف ہے۔ اس کتاب میں وہ ایک منقبت گو کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن اس منقبت گوئی میں بھی وہی جذبۂ عشقِ رسول کار فرما ہے جو ان کی نعت گوئی کا محرک ہے کیونکہ جن عظیم ہستیوں کی یہ منقبتیں ہیں، ان کو محبوبِ رب العالمین، صاحبِ قابَ قوسین، رحمتِ دو عالم ﷺ سے کوئی نہ کوئی نسبت ضرور تھی اور اسی نسبت نے جناب تائب کے دل میں ان کی منقبت کہنے کی تحریک پیدا کی ہے۔ اس کہکشانِ منقبت میں جو برگزیدہ ہستیاں رونق افروز ہیں، ان میں سے خلفائے راشدینؓ، امہات المومنینؓ، بناتِ طاہراتؓ، سیدنا حضرت حمزہؓ، سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حضرت حسین شہید کربلاؓ کو تو جناب رسالت مآب ﷺ سے قرابتِ قریبہ اور محبوبیت کی نسبت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ جن اولیاء اللہ اور صلحائے امت کی منقبتیں اس کتاب کی زینت ہیں، وہ سب عاشقانِ رسولؐ تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ان کے لیے مشعلِ راہ اور آپؐ کا اتباع ان کا لائحۂ عمل تھا۔ ان کی تبلیغی مساعی کی بدولت لاکھوں بندگانِ خدا کو ہدایت نصیب ہوئی۔ وہ کفر و شرک یا فسق و فجور سے تائب ہو کر جادۂ حق پر گامزن ہو گئے۔ یہ سارے عوامل ان نفوسِ قدسی کو بجا طور پر مدح و ستائش کے مستحق ٹھہراتے ہیں۔

ایک ایسی نظم جس کو صحیح معنوں میں ایک اچھی منقبت کہا جاسکے' اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں غلو سے کام نہ لیا گیا ہو اور نہ اس کو فرضی باتوں کا سہارا لے کر

بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لیے

کا مصداق بنایا گیا ہو۔ جناب تائب کو حق تعالیٰ نے فطرتِ سلیم سے نوازا ہے' انہوں نے تمام منقبتیں بڑے سلیقے اور قرینے سے کہی ہیں اور اس چیز کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ ان میں کوئی بے بنیاد بات راہ نہ پانے پائے یوں یہ سب منقبتیں توازن و اعتدال کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کرتی ہیں۔

بارگاہِ رب العزت میں بصد عجز و الحاح دعا ہے کہ وہ رحیم و کریم جناب حفیظ تائب کی عمر اور صحت میں برکت دے اور عاقبت میں انہیں فوز و فلاح سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر تحسین فراقی

سلکِ مناقب

(1)

جس طرح یاقوت پتھروں میں سے ہے مگر پتھر نہیں، اسی طرح آدمیوں کے جمِ غفیر میں کچھ سعید روحیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو آدمی ہوتے ہوئے بھی اس سے بمراتب بلند ہوتی ہیں اور اعلیٰ شرفِ انسانی سے متصف۔ ملتِ اسلامیہ کے انہی عظیم انسانوں کے فضائل و اوصاف اور کمالات و کرامات کے بیان کا نام مناقب ہے۔ جس طرح یاقوت کے اندر، سورج کی صدیوں کی انوار پاشی کے نتیجے میں نورانیت پیدا ہو جاتی ہے اور نورانیت کے یہ مظاہر سرخ، زرد، کبود اور سفید کے چار رنگوں کا روپ دھار لیتے ہیں اسی طرح فضلِ ربانی اور ریاضتِ ذاتی کے نتیجے میں اعلیٰ درجے کے انسانوں کا بھی متنوع ظہور ہوتا رہتا ہے۔ ایک ہی نوع کے اندر رنگوں کی یہ کثرت خود آیاتِ الٰہی میں سے ہے۔ یاقوتِ سرخ ہی کو لیجیے یہ معمولی فرق کے ساتھ مزید سات رنگوں پر بٹا ہوا ہے۔ کہیں یہ یاقوتِ رمّانی ہے کہیں یاقوتِ ارغوانی، کہیں یاقوتِ وردی ہے کہیں یاقوتِ لحمی، کہیں یاقوتِ خمری ہے، کہیں یاقوتِ جگری وغیرہ۔ قرآنِ حکیم میں ان نفوسِ قدسیہ میں سے بعض کو انبیاء، بعض کو صدیقین، بعض کو شہداء اور بعض کو صالحین کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلم ادبیات میں ان مبارک افراد کا ذکر نظم و نثر دونوں میں ملتا ہے۔ مگر زیرِ نظر تحریر میں

صرف نظم کی بعض مثالوں سے اعتنا کیا گیا ہے اور وہ بھی فارسی اور اردو کی حد تک۔

روایت ہے اور جیسا کہ مرحوم پروفیسر احسن زیدی نے لکھا ہے، مناقب کا نقطۂ آغاز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کے وہ اشعار ہیں جو انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی مدح میں لکھے۔ فرزدق کا میمیہ بھی اس ذیل میں قابلِ توجہ ہے جو اس نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، کی مدح میں تصنیف کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت حضور اکرم ﷺ نے بہ نفس نفیس حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنی اور فرمایا:

صدقت یا حسان

فارسی میں متعدد شعراء نے مناقبِ اصحابِ کبار اور فضائلِ اہلِ بیت تصنیف کیے۔ فردوسی، سنائی، عطار، ناصر خسرو، عراقی، رومی، خسرو، سعدی، حافظ، جامی، قاآنی، عرفی، فیضی، نظیری، غنیمت کنجاہی، بیدل، دلشاد پسروری، خواجہ بختیار کاکی، شیخ علی حزیں، غالب، خواجہ مستان کابلی، گرامی، اقبال، حافظ افضل فقیر، صاحبزادہ نصیر الدین اور متعدد دوسرے شعراء نے اپنے رشحاتِ شعری سے مناقب و فضائل کی سرزمین کی آبیاری کی۔ ان میں سے چند شعراء کے شعری اقتباسات یا ان کے مفاہیم کا اندراج بے محل نہ ہوگا۔ یہ مناقب خلفائے راشدین کے علاوہ ائمۂ اطہار، اولیائے کبار اور صوفیانِ صافی کے ذکر پر مبنی ہیں۔

فردوسی کے شاہنامے کی جلد اول میں خلفائے راشدین کا ذکر عقیدت و محبت کے پیرایے میں ملتا ہے۔ پہلے تین خلفاء کا ذکر ایک ایک شعر میں ہے اور خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ پر متعدد شعر لکھے گئے ہیں:۔

چہ گفت آں خداوندِ تنزیل و وحی
خداوندِ امر و خداوندِ نہی

کہ خورشید بعد از رسولانِ مہ
نتابید بر کس ز بوبکرؓ بہ

عمرؓ کرد اسلام را آشکار
بیا راست گیتی چو باغِ بہار

پس از ہر دواں بود عثماں گزیں
خداوند شرم و خداوندِ دیں

چہارم علی بود جفتِ بتول
کہ او را بخوبی ستائد رسولؐ

کہ من شہر علم و علیم درست
درست ایں سخن قولِ پیغمبر است

گواہی دہم کیں سخن راز اوست
تو گوئی دو گوشم پر آواز اوست

علی را چنیں دان و دیگر ہمیں
کزیشاں قوی شد بہر گونہ دیں

شاہنامہ (مرتبہ: محمد دبیر سیاقی) جلد اول ص ۶

ممتاز صوفی شاعر عطار نے اپنی شہرۂ آفاق عرفانی مثنوی منطق الطیر میں خلفائے راشدین کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نمایاں اور امتیازی اوصاف کی جانب بھی اشارے کیے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو صدرِ دیں، صدیقِ اکبر، قطبِ حق، حضرت عمرؓ کو خواجۂ شرع، ظلِ حق، شمعِ دین، حضرت عثمانؓ کو، بحرِ تقویٰ و حیا، کانِ وفا اور خداوندِ دو نورِ بر حق جیسے عمدہ القابات سے یاد کیا ہے جب کہ حضرت علیؓ کو انہوں نے کانِ علم، بحرِ حلم، قطبِ دیں، ساقیٔ کوثر، اور مفتیٔ مطلق لکھا ہے۔ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مبنی چند شعر ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ ان کی شخصیت کے نمایاں ترین فضائل کو کس خوبی سے آئینہ کیا ہے:۔

خواجۂ اول کہ اوّل یار اوست
ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اوست

صدرِ دیں، صدیقِ اکبر قطبِ حق
در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق!

سرفرو بردی ہمہ شب تا بروز
نیم شب ھوی بر آوردی بسوز

ھوی او تا چیں برفتی مشکبار
مشک کردی خونِ آھوی تتار

منطق الطیر (احمد خوش نویس عماد) ص ۳۰، ۳۱

نیم شب کی جس "ھوی بسوز" کا ذکر عطار نے کیا ہے اس کی جانب اقبال نے بھی اشارہ کیا ہے: دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے

سنائی نے حضرت علیؓ کی شان میں جو نونیہ لکھا اس میں انہیں شمعِ دیں، امیر المومنین اور ابو الحسن (کنیت حضرت علیؓ) لکھنے کے بعد ان کی بے مثل شجاعت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان جیسا جلال و جمال اور کمال و مرتبہ اور کسی کے حصے میں نہ آیا۔ اسی طرح سعدی نے اپنے ہمزیہ میں حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو سلیس اور رواں پیرایے میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے نمایاں اوصاف کی نشان دہی کی ہے۔

یوں تو فارسی اور اردو کے متعدد شعراء نے مناقبِ خلفائے راشدین سے اعتنا کیا ہے مگر ان میں خاصی بڑی تعداد ایسے شعراء کی بھی ہے جنہوں نے زیادہ تر مناقبِ اہل بیت اور خصوصاً مدحِ حضرت علیؓ کو اپنے شعری کمالات کی جولانگاہ بنایا۔ اس ضمن میں جن شعراء نے حضرت علیؓ یا امام حسینؓ کے بڑے پر زور مناقب لکھے، ان میں عرفی کا رائیہ، فیضی کا میمیہ، بیدل کا ترکیب بند، شیخ علی حزیں کی "منقبت بحضور حضرت علیؓ"، غالب کا دالیہ و نونیہ اور اقبال کے متعدد شعر خصوصیت سے لائقِ توجہ ٹھہرتے ہیں۔

عرفی یوں تو غزل کا بھی باکمال شاعر ہے مگر اس کی قدرتِ کلام اور زورِ بیان کا صحیح اندازہ اس کے قصائد سے ہوتا ہے۔ ان قصائد نے اردو کے ممتاز قصیدہ

نگاروں کو بے حد متاثر کیا۔ اس ضمن میں سودا جیسے نامور قصیدہ نگار کی تاثر پذیری سامنے کی چیز ہے۔ عرفی نے حضرت علیؓ کی مدح میں متعدد قصیدے لکھے جن میں ایک سو چوراسی اشعار کا ایک قصیدۂ رائیہ بھی ہے جس کا مطلع (اور مطلع کا پر زور بناؤ) آج بھی فارسی جاننے والوں کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔ اس قصیدے کی حالیہ تشبیب کی اثر آفرینی اور مدح میں جزالتِ الفاظ اور زورِ بیان' بندش کی چستی اور مضامین کی تازگی سب داد کے لائق ہیں۔ مطلع یہ ہے :۔

جہاں بگشتم و دردا بہ ہیچ شہر و دیار
نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

لیکن اس بات کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ بد قسمتی سے فارسی اور اردو قصائد کی کثیر تعداد مہ و جبین کی زندہ' جیتی جاگتی اور حقائق پر مبنی تصویر کشی سے عاری نظر آتی ہے۔ بادشاہوں' امیروں اور رئیسوں کے قصائد کا مقصد تو چونکہ زیادہ تر جلبِ منفعت اور اپنے زورِ بیان کی دھاک بٹھانا ہوتا تھا اس لیے وہاں حد درجہ مبالغہ اور تعلی کے مضامین سے صرفِ نظر کیا جاسکتا ہے مگر اکابرِ امت کی مدح میں بھی اگر شوکتِ بیان کی نمائش اور فخریہ کا عنصر ہی غالب نظر آئے تو نتیجتہ" ممدوح کے ساتھ قاری کا کوئی گہرا فکری یا روحانی تعلق پیدا ہونا محالات میں سے ہے۔ عرفی کے مذکورہ قصیدے میں بھی ایسی ہی صورت حال نظر آتی ہے۔ بہر حال اس قصیدے کے جو چند شعر (تشبیب کو چھوڑ کر) متاثر کرتے ہیں یہ ہیں :

بکاوشِ مژہ از گور تا نجف بروم
اگر بہند ہلاکم کنی و گر بہ تتار

(خطاب بہ خرد)

شہ سریرِ ولایت علیؓ عالی قدر
محیطِ عالمِ دانش' جہانِ علم و وقار

غبارِ صحن سرای تو اوجِ ہفت اورنگ
شکنج زلفِ سخای تو موجِ دریا بار!

محیط بر کفِ جودِ تو گرد موج فدا
سپہر بر سرِ جاہِ تو گرد اوج نثار!

غبار حشم تو آرائشِ کلاہِ خزاں
شعار لطف تو افزائش جمال بہار

قصائد عرفی (مطبع منشی نو لکشور) ص ۱۸، ۱۹

لیکن قصیدے کے آخر میں حد سے بڑھے ہوئے تعلی آمیز اشعار نے اس قصیدے کی مجموعی تاثیر کو مجروح کیا ہے۔

منقبتِ حضرت علیؓ کے ضمن میں فیضی جیسے جامع الکمالات کا قصیدہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس قصیدے میں کمال درجے کی سرمستی اور زورِ بیان ہے۔ یہ زیادہ تر تو نعتِ حضورؐ پر مشتمل ہے مگر آخر کے چند اشعار میں حضرت علیؓ سے بھی اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ فیضی اس امر پر خدا کا شکر گزار ہے کہ اسے پیرویِ اصحابِ رسولؐ کی توفیق حاصل ہے۔ ان اشعار میں صنائع کا فنکارانہ استعمال بھی پیشِ نظر رہے:۔

صد شکر کہ ما پیرو اصحابِ رسولیمؐ
در شرع دگر راہنما رانشناسیم
در قافلۂ دیں کہ شود بدرقۂ ما
گر پیشروِ صدق و صفا رانشناسیم
بر گردنِ ما طوقِ وبالِ ابدی باد
گر سلسلۂ شیرِ خداؓ رانشناسیم
با مشعلِ خورشید اگر گرم بگردیم
بے نورِ علی راہِ علا رانشناسیم
از کحلِ یقیں دیدۂ ما گر بکشایند
بے خاکِ کفش کشف غطا رانشناسیم

کلیاتِ فیضی بحوالہ ارمغانِ عقیدت
(مرتبہ: مقبول بیگ بدخشانی و عبد الغنی ص ۶۸، ۶۹)

بیدل نے حضرت علیؓ کی شان میں متعدد منقبتیں لکھیں جن میں ان کا شیفتہ

اور ایک ترکیب بند (اس کی ردیف بھی شین ہے) معروف ہیں۔ ان کے ثنیہ کی طرح اس ترکیب بند کا زورِ کلام بھی دیدنی ہے۔ اس ترکیب بند میں بیدل نے حضرت علیؑ کو شہِ ولایتِ دیں اور آفتابِ اوجِ یقیں کے القاب سے یاد کیا ہے اور عقلِ کل کو ان کی بارگاہ کا نقیب قرار دیا ہے۔ میرا احساس ہے کہ عرفی کی طرح بیدل نے بھی اظہارِ عقیدت میں خاصے مبالغے سے کام لیا ہے اور حدود کا کماحقہ خیال نہیں رکھا۔ ذیل کے شعر میرے موقف کی تصدیق کریں گے:

اگر نہ جامِ ہدایت بدست او می بود
جہاں ز مستیٔ غفلت نداشت بہرۂ ہوش
وگرنہ آتشِ ظلم آبِ تیغ او می کشت
ز دیگ دہر بر افتادی ایں سیہ سر پوش

شیخ علی حزیں کی کلیات میں کئی نعتوں کے بعد ائمہ کے متعدد مناقب بھی ملتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی شان میں مناقب کی تعداد پندرہ تک پہنچتی ہے۔ یہ مناقب حزیں کے زورِ کلام اور غیر معمولی عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ایک قصیدۂ رائیہ میں تو خود کو نصیری صفت (کلیات حزیں ص ۱۹۳) تک لکھ ڈالا ہے اور پھر اپنے داغِ غلامی پر ناز کرتے ہوئے کہا ہے:

از غروری کہ سرم داغِ غلامی دارد
پای از ناز نہم بر سر خورشیدِ منیر

کلیات حزیں ص ۱۹۳

حضرت علیؓ کی مدح میں جو قصیدہ ردیف ی میں لکھا ہے اس کے چند شعر مع مطلع ملاحظہ ہوں جن میں ان کے تقویٰ ان کی فصاحت کلامی اور حکمت آموزی کا ذکر بھی کیا گیا ہے:

نظر کن در سواد صفحہ ام تا گلستاں بینی
گذر کن دفترم را تا بہار بیکراں بینی
سرِ مردانِ عالم شہسوارِ لا فتیٰ یعنی
علیِ مرتضیٰ کزوی دل وجاں کامراں بینی

ز زہر آلودہ تیغِ معصیت ایمن بود جانت
چو بر بازوئے ایماں حبِ او حرزِ اماں بینی
کنی گر گوشِ دل محوِ کلامِ معجز آیاتش
ہزاراں گنجِ معنی زیرِ ہر حرفی نہاں بینی
بعشق از التہابِ آتشِ دل عاجزم عاجز
اگر کمتر لبم را در ثنا رطب اللساں بینی
ورق در دستِ من بال و پرِ پروانہ میگردد
قلم را در بنانم شمع ساں آتش بجاں بینی
بمحشر چشم آں دارم کہ خیلِ جاں نثاراں را
کنی گر گوشۂ چشمی مرا ہم درمیاں بینی

کلیات حزیں ص ۱۹۵

غالب کہ اسد اللہ بھی تھے اور اسد اللہی بھی، ان سے بعید تھا کہ وہ اپنی شاعری کو مناقبِ اہلِ بیت سے محروم رکھتے۔ چنانچہ ان کی اردو اور فارسی شاعری میں کئی جگہ حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے اذکار و مناقب ملتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کے مناقب میں ان کے قصاید دالیہ اور نونیہ معروف ہیں۔ دالیہ پر تو آگے چل کر گفتگو ہو گی، سرِ دست ان کے نونیہ کے ضمن میں چند باتیں کہنا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ نونیہ کی تشبیب حالیہ ہے۔ شاعر نے بڑے موثر پیرایے میں اپنی ذات کے حوالے سے "گریستن" کے مختلف قرینے ابھارے ہیں اور پھر بڑی خوبی سے گریز کیا ہے۔ گریز و مدح کے چند درد آمیز اور اشک آگیں شعر ملاحظہ ہوں۔ غالب کا موقف ہے کہ شہادتِ حسینؓ کا غم آفاقی ہے:

رشک آیدم بہ ابر کہ در حدِ وسعِ اوست
بر خاکِ کربلائے معلّا گریستن
اے آنکہ در حرم حجر الاسود از نمتِ
دارد بخوں نہاں چو سویدا گریستن
رضوان بہ آبیاریِ گلشن نمی رود
واماندہ در گریستن و وا گریستن

چوں رزق غیب وردِ ترا عام کردہ اند
سر می زند ز مومن و ترسا گرِ ملتش
گویند قدسیاں کہ ورق را نگاہ دار
از تو گہر فشاندن و ازما گہر ملتش

قصاید و مثنویات فارسی (مرتبہ مہر) ص ۹۱-۹۳

اس سب کے باوجود غالب کو اعتراف ہے:

؎ من خود خجل کہ حقِ ستایش ادا نہ شد

جہاں تک رسولِ اکرمؐ اور خانوادۂ رسولؐ سے اقبال کی محبت کا تعلق ہے تو یہ رشتہ اتنا مضبوط و محکم اور عقیدت اساس ہے کہ اس پر کوئی دو آراء نہیں۔ اقبال نے درست کہا تھا کہ

؎ از ولائے دودمانش زندہ ام
در جہاں مثلِ گہر تابندہ ام

اقبال نے اسرارِ خودی میں "در شرح اسرارِ اسمائے علی مرتضیٰ" اور رموز بے خودی میں "در معنی حریتِ اسلامیہ و سرِ حادثہ کربلا" اور سیدۃ النساءؓ پر شعر لکھ کر اہلِ بیت سے اپنی شیفتگی کا زندہ و توانا اظہار کیا ہے۔ اہلِ بیت سے شیفتگی اور غیر معمولی عقیدت کا یہ اظہار اسرارِ خودی سے زبورِ عجم اور وہاں سے ارمغانِ حجاز تک ایک مسلسل لڑی کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ عشق کی اس ناقابلِ فراموش دستاویز سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

ریگِ عراق منتظر کشتِ حجاز تشنہ کام
خونِ حسینؓ بازدہ کوفہ و شام خویش را

زبورِ عجم ص ۱۱

خاست آں سرِ جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد

رموزِ بے خودی ص ۱۱۰

قلندر میلِ تقریری ندارد
بجز ایں نکتہ تفسیری ندارد
ازاں کشتِ خرابی حاصلی نیست
کہ آب از خونِ شبیریؓ ندارد

ارمغانِ حجاز ص ۱۳۶

محبت و مودّت اور عقیدت و شیفتگی کا یہ سلسلہ اردو کلامِ اقبال میں بھی جا بجا پھیلا ملتا ہے اور گویا ہمارے حافظے کا حصہ اور ہمارے دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اقبال نے اہلِ بیت کے علاوہ دیگر اکابرِ ملت مثلاً" حضرت بلالؓ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، شیخِ ہجویریؒ" اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ پر بھی ناقابلِ فراموش شعر کہے ہیں۔

منقبت نگاری کے ضمن میں یہ امر نہایت ضروری ہے کہ حفظِ مراتب سے کہیں بھی صرفِ نظر نہ کیا جائے۔ حافظ افضل فقیر نے "فیضِ نسبت" کے مقدمے میں اس ضمن میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نعت گو پر لازم ہے کہ پیرایۂ اظہار' حدودِ نعت سے نکل کر دائرۂ حمدِ باری تعالیٰ میں داخل نہ ہو جائے اس طرح منقبت نگار پر بھی یہ احتیاط لازم ہے کہ اہلِ ولایت کی شان میں جو مضامین و خیالات منظوم ہوں' نعت میں ان کا ادغام نہ ہوسکے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بعض فارسی اور اردو شعراء کے یہاں حفظِ مراتب کا احساس بہت کمزور یا قلیل نظر آتا ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ

؎ بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا!

فارسی سے صرف دو مثالیں کفایت کریں گی۔ ایک تو انیسویں صدی کے صوفی شاعر مستان شاہ کابلی کی اور ایک مولانا گرامی کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ گرامی

کو مستان شاہ کابلی سے بے حد عقیدت تھی انہوں نے مستان شاہ کو اپنا مرشد قرار دیا ہے۔ پہلے مستان شاہ کے دو شعر بہ سلسلہ منقبت علی مرتضیٰ دیکھیے:

اے بادشاہِ انس و جاں مستاں سلامت می کند
وے مایۂ ایمانِ جاں مستاں سلامت می کند
اے شاہِ برجِ لافتیٰ، وے ماہِ برجِ اینما
شمس الھدیٰ، بدر الدجیٰ، مستاں سلامت۔ می کند

ارمغان عقیدت ص ۱۶۲

اب گرامی کے یہ شعر دیکھیے۔ عبدیت کے ڈانڈے الوہیت سے ملے نظر آتے ہیں:

علیؓ اللّٰھم رمزِ علیؓ از من چہ می پرسی
علیؓ در ہر مکاں استی علیؓ در لا مکاں استی
علیؓ اوّل، علیؓ آخر، علیؓ ظاہر علیؓ باطن
نہاں اندر عیاں استی، عیاں اندر نہاں استی
گرم کافر نخوانی واجبِ ممکن نما خوانم
کہ ذاتش پردہ دارِ کارگاہِ کن فکاں استی

واضح ہو کہ مندرجہ بالا اشعار کلیاتِ گرامی (ناشر پیکجز لمیٹڈ لاہور) میں شامل نہیں۔ میں نے شعرا العجم فی الہند (اکرام الحق) سے نقل کیے ہیں۔ گرامی کے مندرجہ بالا شعر سودا کے ان شعروں کی یاد دلاتے ہیں جو اس نے میر تقی میر کے ایسے ہی اشعار پر شدید گرفت کرتے ہوئے کہے تھے۔ میر نے شہادتِ امام حسینؓ پر اپنے ایک سلام میں جب امام حسینؓ کو "ہو الاول ہو الآخر کے مالک" اور "ھو الظاہر، ھوالباطن کے والی" کہہ کے مخاطب کیا تو سودا نے اس پر ایراد کرتے ہوئے لکھا تھا:

کیا ھوالاوّل و ھوالآخر
کیا ھوالباطن و ھوالظاہر

حق کی جانب پھرے ہے ان کی ضمیر
اس سوا جس پہ کیجیے ہے تکفیر
کیا یہ خاطر میں آپ کی آیا
اس کا مالک حسینؓ ٹھہرایا

مشمولہ "مختصر تاریخِ مرثیہ گوئی" (حامد حسن قادری)

مستان شاہ کابلی کے اشعار میں بادشاہِ انس و جاں اور شمس الھدیٰ، بدر الدجیٰ کی تراکیب محلِ نظر ہیں۔ کہ شمس الھدیٰ اور بدر الدجیٰ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ خوش لقا اور سیرتِ اطہر کے لیے استعارے ہیں جو متعدد نعت گو شعراء نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں برتے ہیں۔ صرف فیضی اور احمد رضا خاں بریلوی کے ذیل کے شعر بطور دلیل پیش کیے جاتے ہیں:

جاوید بسوزیم ز خورشیدِ قیامت
گر پرتوِ آں شمسِ ضحیٰ را نشناسیم
تاریک شود ہر دو جہاں در نظرِ ما
گر طلعت آں بدر دجیٰ را نشناسیم
فیضی

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
احمد رضا خاں بریلوی

فارسی میں صحابۂ کرام، ائمہ اطہار اور اولیائے کبار کے دیگر منقبت نگاروں میں سعدی، عراقی، خسرو، جامی، قاآنی، غنیمت کنجاہی، حافظ افضل فقیر اور صاحبزادہ نصیر الدین کے نام بھی قابلِ توجہ ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کے کلام سے سوائے ایک دو کے زیادہ مثالیں پیش کرنا ممکن نہیں۔ سعدی کے اشعار جن کا آغاز: اے یار غار سیّد و صدیق نامور، سے ہوتا ہے کے ضمن میں اجمالاً" پہلے ذکر آچکا، عراقی کے منقبتی قصائد میں بہاء الدین زکریاؒ پر اس کے اشعار لائق داد ہیں۔ ان اشعار میں کمال درجے کی سرمستی اور سرجوشیدگی پائی جاتی ہے۔ خسرو نے نظام الدین اولیاء کی مدح میں غیر معمولی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں شیخ

امم، قطبِ حقیقت نظام اور ولایت میں سلطاں پناہ، قرار دیا ہے۔ پھر اسوہِ رسولؐ پر ان کی تقلید کی داد دی ہے اور اپنی عقیدت کا غیر معمولی اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

خواجہ نظام است و نظامی منم (تفصیل کے لیے دیکھیے خمسہ امیر خسرو دہلوی مرتبہ امیر احمد اشرفی، ص ۲۳۔۲۵)۔ جامی نے بہاء الدین نقشبند کی مدح میں عقیدت اور محبت کے پھول کھلائے ہیں۔ قاآنی کا امام ہشتم کی مدح میں لکھا گیا قصیدہ اپنی تازگی، روانی اور زبان و بیان پر اس کے حاکمانہ عبور کی گواہی دیتا ہے (بگرودوں تیرہ ابری بامداداں پر شد از دریا۔۔۔۔۔۔ الخ) غنیمت کنجاہی نے اپنی مثنوی نیرنگ عشق میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عظمتوں کو آئینہ کیا ہے۔ انہیں: گرامی گوہرِ اولادِ حیدرؓ، کہا ہے۔ دینِ پیغمبرؐ کا ستون، اجابت کو ان کی دعا کی پرورش یافتہ اور انہیں اپنی امان و پناہ قرار دیا ہے اور اپنی اس شدید آرزو کا اظہار کیا ہے جب اسے بغداد جانے اور ان کے مرقدِ مبارک کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔ حافظ افضل فقیر کو زبان و بیان پر جو غیر معمولی دسترس تھی وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ اپنے پہلے نعتیہ مجموعے جانِ جہاں میں انہوں نے سیدنا صدیق اکبرؓ، شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ علی ہجویریؒ کی جو فارسی منقبتیں لکھی ہیں وہ ان کے زورِ کلام، والہانہ پن اور برشتگی کی زندہ برہان ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ کی مدح میں ایک سے زیادہ منقبتیں لکھی ہیں اور انکی سیرت کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ دی ہے۔ پھر امت کی بدحالی کا ذکر کرکے استمداد کیا ہے۔ ان اشعار کے ایک ایک لفظ سے فقیر کی دردمندی عیاں ہے۔ حضرت علیؓ کی شان میں ان کی ذیل کی رباعی اپنا جواب آپ ہے :۔

دانندۂ حکمت و کتاب است علیؓ
پیغمبرؐ شہرِ علم و باب است علیؓ
اے خاک! بانتسابِ فرزندی ناز
در موجودات بوتراب است علیؓ

حضرت علیؓ کے مناقب کے ضمن میں صاحبزادہ نصیرالدین کی مدح (سر حلقہ

ائمۂ خیر الانام' سلام ------ الخ) بھی دامنِ دل کھینچتی ہے۔ ان کے تخلیق کردہ مناقب پر حافظ افضل فقیر کا دیباچہ بعنوان فیضِ نسبت (صاجزادہ نصیر الدین کے مجموعے کا نام بھی یہی ہے) معانی کی کئی نئی جہتیں واضح کرتا ہے۔

جہاں تک اردو میں منقبت نگاری کا تعلق ہے' تو اس کا احاطہ قطعاً" ممکن نہیں۔ اس موضوع پر سید احسن زیدی کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ایک حد تک کفایت کرتا ہے۔ اردو مناقب نگاروں نے عقیدت و ارادت کے لا تعداد خوش منظر اور دل آویز چمن کھلائے ہیں جن کی خوشبو دیر تک مشامِ جاں کو مہکاتی اور تازگی بخشتی رہتی ہے۔ ان لا تعداد مناقب نگاروں کے کاموں کا تو کیا ناموں کا بھی کاملاً" احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ نظامی دکنی' ولی' سودا' میر' قائم' میر حسن' مصحفی' جوشش' غالب' مومن' بہادر شاہ ظفر' داغ' منیر شکوہ آبادی' اقبال' انیس' جوش' حسرت' جمیل مظہری' صبا اکبر آبادی' اقبال سہیل' عبدالعزیز خالد' سرو سہارنپوری' حافظ افضل فقیر' ریاض مجید' انجم نیازی' حافظ لدھیانوی اور خود حفیظ تائب' کتنے ہی نام ہیں جو اردو مناقب نگاروں کی صف میں ایک مستقل حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مناقب نگاروں نے عربی اور فارسی منقبت نگاری سے (خصوصاً" فارسی سے) بھی خوب فیض حاصل کیا ہے مگر اکثر نے اس میدان میں اپنی انفرادیت کی جوت جگائی ہے۔ ان سب شعرا کی مناقب نگاری کے جائزے کے لیے طویل دفتر درکار ہے اس لیے ان میں سے محض چند شعرا ہی کا اجمالی جائزہ ممکن ہے۔

اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو میں منقبت نگاری کا تقدم نظامی دکنی کو حاصل ہے جس کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اردو زبان کی پہلی مکمل تصنیف کہی جاسکتی ہے۔ اس مثنوی میں فارسی کی مثنوی نگاری کی روایت کے مطابق آغاز حمدیہ اشعار سے ہو' ہے۔ پھر نعت اور ازاں بعد خلفائے راشدین کا ذکر آتا ہے۔ نظامی کی شاعری پر کھڑی' پنجابی' راجستھانی' گجری' مرہٹی اور متعدد دوسری بولیوں کے واضح اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس مثنوی کا عمدہ لسانی مطالعہ مثنوی کے فاضل مرتب جناب جمیل جالبی صاحب نے فراہم کیا ہے' مناقب کے چند شعر دیکھئے:

نبی یار تھے یار تے چہار چہار
بچارن نبی کام کرتے بچار

رتن چار تھے لے گئے چار جن
رتن پیچیں جم رہے جیو کہن
ابابکر ساچا' عمر کا نیاوٗ
کہ عثماں بھنڈاری' علی کھڑگ راوٗ

مثنوی کدم راوٗ پدم راوٗ ص ۱۔

مطلب یہ کہ حضورِ اکرم ﷺ کے چار یار تھے جن میں ابوبکرؓ ساچا (صدیق) کی صداقت' حضرت عمرؓ کا نیاوٗ (انصاف)' حضرت عثمانؓ کا بھنڈاری (غنی) ہونا اور علیؓ کا کھڑگ راوٗ (تلوار کا دھنی) ہونا معلوم و معروف ہے۔

اردو کے اس تمام ذخیرۂ مناقب سے سودا کے قصاید (مثلاً" باب الجنت)' غالب کی "منقبتِ حیدری" (سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بے کار) اور "فی المنقبت" (دہر جز جلوہ یکتائی معشوق نہیں)' مومن کے منقبتی قصائد' منیر شکوہ آبادی کے مناقب(۱)' انیس کے منقبتی سراپے اور بیسویں صدی کے شعراء میں اقبال' جوش' اقبال سہیل اور عبدالعزیز خالد کے مناقب تاریخِ ادبِ اردو کا ناقابل فراموش حصہ ہیں۔ خصوصاً" سودا' مومن' جوش' اقبال سہیل اور عبدالعزیز خالد کا زورِ کلام اردو ادب میں ایک مستقل حوالے کی چیز ہے۔ بد قسمتی سے منقبت نگار شعراء میں جس شاعر کو سب سے زیادہ نظرانداز کیا گیا وہ اقبال سہیل ہیں جن کی ارمغان حرم میرے نزدیک ان کے عشقِ رسولؐ اور عقیدتِ اصحابِ رسولؐ کی ایک لافانی دستاویز ہے۔ زبان اور بیان پر اقبال سہیل کو جو غیر معمولی دسترس تھی اس کا ابھی تک کھل کر اعتراف نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ان کے کلام میں جو ایک مفکرانہ شان اور فلسفیانہ رنگ پایا جاتا ہے وہ بھی ابھی تک محرومِ التفات ہے۔ مناقبِ اصحابِ اربعہ کے ضمن میں انہوں نے ان خلفاء کی سیرت کے نہایت دلپذیر نقشے بڑے والہانہ پن سے کھینچے ہیں۔ ایسے اشعار کی تعداد اتنی ہے کہ اس مختصر دیباچے

۱۔ مثلاً حضرت علیؓ کی مدح میں یہ شعر:

نبیؐ اولی تو حیدرؓ بھی ہے اولیٰ' یہی ہے معنیٔ من کنتُ مولیٰ
علیؓ ہارونؑ ہے موسیٰؑ پیمبرؐ پیمبرؐ شہر علم حق' علی در

میں ان کا اندراج ممکن نہیں۔ صرف چند شعر دیکھیے:

سیدنا صدیقِ اکبرؓ پہلے مصدق، پہلے مبشر
امتِ مرحومہ میں ارحم، صلی اللہ علیہ وسلم
مٹ گئے جو متنبی اٹھے، بجھ گئے جو بولہبی اٹھے
سب کی بساطیں کردیں برہم صلی اللہ علیہ وسلم

ارمغانِ حرم ص ۱۵۹

وہ منبعِ حرارتِ ایماں وہ نورِ حق
فاروقؓ یعنی مہرِ درخشانِ کائنات
جس کا جلال فتحِ مہمات کی کلید
جس کی نگاہ جنبشِ مژگانِ کائنات
وہ جس کا عدل مشعلِ اربابِ سلطنت
وہ جس کا عہد وجہِ چراغانِ کائنات

ایضاً ص ۱۹۱

فقر میں بھی ہمتِ شاہانہ تھی جس کی کنیز
وہ شرف بخشِ سریرِ بوریا پیدا ہوا
آبشارِ نورِ باطن، افتخارِ آب و گل
نازِ پروردِ جنابِ مصطفیٰ پیدا ہوا
تم کو سیرابی مبارک تشنہ کامانِ ازل
ابرِ رحمت بحرِ مواجِ عطا پیدا ہوا
قہرمانِ کشورِ دیں، فاتحِ باطل شکن
حیدرِ کرار، شاہِ لافتیٰ پیدا ہوا
موردِ من کنت مولا، آفتابِ موجِ حق
خسروِ مسند نشینِ انما پیدا ہوا

خازنِ علمِ لدنی، حاملِ اسرارِ وحی
کنزِ عرفاں مشعلِ راہِ ہدیٰ پیدا ہوا

ایضاً" ص ۲۰۱،۲۔

یہ جتنے اصحابِ مصطفیٰ تھے سب اہلِ ایماں کے مقتدا تھے
یہی وہ سر چشمۂ ہدیٰ تھے کہ جن سے سب فیض پا رہے ہیں

ایضاً" ص ۲۲۹

انہی فیض پانے والوں میں ایک خوش قسمت اور سربر آوردہ ادبی شخصیت جناب حفیظ تائب کی ہے جو جدید اردو نعت گوئی میں ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں اور جن کے مناقب کا پیش نظر مجموعہ آج کی اس گفتگو کا محرک ہے۔

(۲)

حفیظ تائب اردو اور پنجابی کے نمایاں ترین شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں غزل اور نعت گوئی کا سلسلہ کچھ عرصہ دوش بدوش چلا۔ پھر وہ نعت ہی کے لیے وقف ہو گئے۔ اردو اور فارسی کے کلاسیکی ادب سے ان کی فیض اندوزی قابل داد ہے۔ وہ اردو اور پنجابی کے نعتیہ ادب کی پہچان ہیں۔ نعت کے دوش بدوش وہ مدحِ صحابہ، سیر و مناقبِ اہلِ بیت اور عرفاء و صوفیہ کے فضائل کی جانب بھی متوجہ رہے ہیں اور اسی کا نتیجہ مناقب و فضائل کا زیرِ نظر مجموعہ ہے جس میں چالیس سے اوپر منظومات شامل ہیں۔ ان منظومات میں امہات المومنین، بناتِ رسول، فرزندانِ رسولؐ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدنا امیر حمزہؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، شیخ علی ہجویریؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت امیر خسروؒ، خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اور سلطان باہوؒ جیسے اصحاب و اکابر امت شامل ہیں۔

اس مجموعے کی جو نمایاں ترین خصوصیت سب سے پہلے قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے، وہ تائب صاحب کا احساسِ توازن اور شعورِ احتیاط ہے۔ نعت و منقبت نگاری میں افراط و تفریط کا اندیشہ رہتا ہے۔ نعت کی طرح منقبت نگاری

کے تقاضے بھی کٹھن اور کڑے ہیں۔ تائب صاحب نے اس ضمن میں تاریخ و سیرت کے مستند واقعات اور حقائق کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ وہ امہات المومنین ہوں یا خلفائے راشدین، شہداء کرام ہوں یا صالحینِ امت، حفیظ تائب نے ہمیشہ تاریخ و سیرتِ صحابہ اور مستند سوانحِ صوفیہ کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر مجموعے میں حفظِ مراتب کا غیر معمولی اہتمام نظر آتا ہے اور افراط و تفریط کی وہ افسوسناک صورت کہیں نظر نہیں آتی جس کی کچھ مثالیں پچھلے اوراق میں دی جا چکی ہیں۔

اس مجموعے میں حمد و نعت کے بعد حضور کی ازواجِ مطہرات، پھر بناتِ صادقات، پھر خلفائے راشدین پھر درجہ بدرجہ دیگر اصحاب و اکابرِ ملت کا تذکرہ ہے۔ اس درجہ بندی سے بھی حفیظ تائب کی خوئے احتیاط آشکار ہوتی ہے۔ رومی نے فرمایا تھا:۔

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم

"اصحابی نجوم" سے اشارہ اس معروف حدیث کی طرف ہے:۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

یعنی میرے صحابہ کرام نجوم کی مانند ہیں ان میں جس کی بھی تم اقتداء کرلو، ہدایت پر رہو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحبتِ حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ یہ اصحابِ کبار آسمانِ ملتِ اسلامی کے ماہ و نجوم ہیں۔ افرادِ ملت ان کے نور کی رہنمائی میں اپنی سمتِ سفر متعین کرتے اور کرسکتے ہیں۔ ازواجِ مطہرات کی سلامت روی اور ملکوتیت، غم خواری و فیاضی، بناتِ رسولؐ کی پاکیزگی و عفت شعاری، خلفائے راشدین کا اخلاص و انصاف، فیاضی و دریا دلی، شجاعت و حکمت گویا ایک لفظ میں کہنا چاہیں تو تمسک بالقرآن اور سنتِ رسولؐ سے لگاؤ تاریخِ اسلام کے روشن ابواب کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا ذکر قرآن حکیم میں "ثانی اثنین" اور "صاحب" کے اسماء و القابِ سامی کے طور پر آیا ہے۔ تاریخِ اسلام ان کے بعض عہد ساز کارناموں پر شاہدِ ناطق کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا ساڑھے دس

برس کا زمانہ خلافت اسلام کے لیے بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں انھی کے تدبر کے نتیجے میں، اسلام کے زیرِ نگیں آئیں۔ انھی کے عہد میں عراق، شام، فلسطین و مصر اور ایران و مدائن فتح ہوئے۔ ان ساری فتوحات میں بقول شاہ معین الدین ندوی ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں خراسان، بلخ، ماوراالنہر، آذربائیجان اور طرابلس کتنے ہی علاقے تھے جو اسلام کے زیرِ نگیں آئے بلکہ آپ ہی کے مبارک زمانے میں بحری بیڑا تیار ہوا۔ قرآنِ حکیم کا مستند متن اکناف و اطراف عالم میں عام ہوا۔ حضرت علیؓ کی خلافت کا بیشتر زمانہ اگرچہ زیادہ پُر سکون نہ تھا مگر بایں ہمہ اس مردِ حق نے حکمت و دانش اور معارف و بصائر کا ایسا ذخیرہ چھوڑا جس کی تازگی اور آفاقیت کبھی کم اور مدھم نہ ہوسکے گی۔ انھی اور دیگر اصحابِ کرام سے صوفیہ و عرفاء نے اپنے چراغِ معرفت جلائے اور برکات و اقدارِ عالیہ کا نور ظہور دنیا کے گوشے گوشے میں ہوا۔ حضرت علیؓ کے نورِ بصرؓ نے حریت و آزادی کے محضر پر اپنے مقدس لہو سے مہرِ صداقت ثبت کی اور کچھ اس شان سے کہ: موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد۔

جناب حفیظ تائب نے ان اصحابِ عظام کا ذکر اپنی شاعری میں عقیدت و احتیاط کے متوازن پیرائے میں کیا ہے۔ اسلوبِ بیان میں سادگی اور لطافت دست در دست ہمقدم ہیں۔ ادب میں ایک نازک سوال اٹھتا رہا ہے کہ کیا تاریخ شاعری بن سکتی ہے۔ سوال اہم ہے کیونکہ شاعری تاریخ بن جاتی ہے مگر تاریخ بالعموم شاعری نہیں بن پاتی۔ حفیظ تائب کے سامنے ایک کٹھن مرحلہ تھا کہ شخصی و تاریخی حقیقتوں کو شعر کے پیکر میں کیسے ڈھالا جائے۔ یہاں ان کی مہارتِ شعری کام آئی ہے اور وہ متعدد مقامات سے اس طرح گزرے ہیں کہ شاعری کے تقاضے مجروح نہیں ہوئے۔ بندش کی چستی، تشبیہ کی سادگی مگر تہ داری، تغزل کی حلاوت، اور بیان کی سلاست تاکہ امت کے افراد کی تربیت آسانی سے ممکن ہو، یہ سب عناصر حفیظ تائب کے ان مناقب کو قابلِ قدر بناتے ہیں۔

پیشِ نظر مجموعے کا ایک اور وصف جو دامن کشِ دل ہے، یہ ہے کہ اس میں شاعر کی وسعتِ نظر کے مظاہر جا بجا ملتے ہیں۔ صوفیہ و عرفاء کی جتنی بڑی تعداد

عقیدت و محبت کا ہالہ کیسے زیرِ نظر مجموعے میں نظر آتی ہے، میرے ناقص علم کی حد تک مناقب کے کسی اور مجموعے میں نہیں ملتی۔ تائب اک سچے مسلمان کی طرح اس عقیدے کے حامل ہیں کہ طریقت کے سارے سلاسل کے رستے مختلف سہی، منزل ایک ہے یعنی خدا شناسی و خدا رسی۔ فانی ز خویش اور باقی بحق ہونے کے لیے طریقت کے بظاہر مختلف تجویز کردہ نسخے اصلاً ایک ہی مقصد کے تابع ہیں یعنی بندے کی صحتِ روحانی۔ چنانچہ وہ سلسلۂ شاذلیہ ہو یا سہروردیہ، چشتیہ ہو یا نقشبندیہ، اویسیہ ہو یا قادریہ سب کا مقصود نظر، سوائے ذاتِ حق تک رسائی اور عشقِ رسول ﷺ کی افزائی کے اور کچھ نہیں:۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
سینہ را از نورِ حق گلزار کن

یا یہ کہ:

ما طائرِ قدیمم، نوا را نشناسیم
مرغِ ملکوتیم، ہوا را نشناسیم

بے محل نہ ہوگا اگر ذیل میں ان مناقب میں سے چند شعر قارئین کی نذر کیے جائیں:

لختِ جگرِ سرورِ دیںؐ سیدۂ پاکؓ
شہ بانوئے فردوسِ بریں سیدۂ پاکؓ
وہ جس کی حیا روشنیِ خانۂ حیدرؓ
وہ شمعِ حرم، پردہ نشیں سیدۂ پاکؓ

صدیقؓ وہ نگاہِ پیمبرؐ کا انتخاب
جس کو نصیب شانِ حضوری ہے تا ابد
ملحوظ اتباعِ رسولِ کریم ﷺ تھا
منظور کوئی شے تھی تو خوشنودیِ صمد

شیرِ خدا نے اس کو کہا اشجع اناس
کیا اس سے بڑھ کے اس کی شجاعت کی ہو سند
ملت پھر اضطرابِ مسلسل میں ہے اسیر
یا رب بحقِ حضرتِ صدیقؓ المدد

حضرت علیؓ کی شان میں تائب نے متعدد مناقب رقم کیے ہیں۔ ایک منقبت کا مطلع ہے:

مظہرِ شان و شکوہ مصطفیٰؐ مولیٰ علیؓ
ضیغمِ حق، بوتراب و مرتضیٰ مولیٰ علیؓ

نو اشعار پر مشتمل یہ منقبت اپنے مضامین اور ردیف کے باعث قاری کو متوجہ کیے بغیر نہیں رہتی۔ تائب صاحب نے اس ردیف کا انتخاب اس معروف حدیث سے کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "وہ شخص جس کا میں دوست ہوں، علیؓ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ جو علیؓ کو دوست بنائے اس کا دوست بن اور جو اس کے ساتھ عداوت پیدا کرے اس کا دشمن بن۔" حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ
------(مسند احمد، جامع صغیر)

ہر غیر متعصب مسلمان کی طرح تائب کو اہلِ بیت سے بڑی عقیدت ہے۔ چنانچہ انہوں نے امام الشہداء امام حسینؓ پر بھی متعدد نظمیں کہی ہیں جو زیر نظر مجموعے میں شامل ہیں۔ ان نظموں میں تائب کا زورِ کلام دیدنی ہے:

چرچا ہے جہاں میں تری تسلیم و رضا کا
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہدا کا
نازِ بشریت ہے ترا سجدۂ آخر
رخ پھیر دیا جس نے زمانے کی ہوا کا
ہر عہد میں خوشبو ہے تری موجِ نفس کی
ہر عصر میں جلوہ ہے ترے رنگِ قبا کا

یہاں تائب کی اس منقبت کا ذکر ضروری ہے جو انہوں نے غالب کی زمین میں لکھی ہے۔ خود غالب نے یہ قصیدہ عرفی کی زمین میں لکھا تھا عرفی کے قصیدے کا مطلع ہے:

ز ہر گُلی کہ ہوائی دلم نقاب کشاد
فلک بگلشن حسرت نوشت و رفت بباد

غالب نے شانِ امام حسینؓ کے بیان میں مندرجہ بالا زمین میں ۱۱۲ اشعار کی منقبت تصنیف کی جس کا مطلع یہ ہے:

مگر مرا دل کافر بود شب میلاد
کہ ظلمتش دہد از گورِ اہلِ عصیاں یاد

اس قصیدے کی زمین میں جو منقبت تائب نے کہی وہ صرف نو اشعار پر مشتمل ہے مگر اس مختصر منقبت میں تازہ کاری کا جو لحن مرتب ہوا ہے وہ بڑا مسرت خیز اور لائقِ داد ہے۔ لیکن پہلے غالب کی مذکورہ منقبت کا اجمالی ذکر ضروری ہے۔ غالب کے قصیدے کی تشبیب حالیہ ہے اور اس میں انہوں نے اپنی سیاہ طالعی کو نوبنو پیرایوں میں آئینہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں شدائد کا سا نصیب لے کر عدم سے اس عالم عدم آثار میں آیا۔ حالات نے میرا دل لہو کر دیا اور میری آنکھیں خوں بار ہیں۔ قضا نے میری قسمت کا زائچہ بنانے کے لیے دل دردمند کے دھوئیں سے سیاہی مستعار لی۔ چند شعر دیکھیے:

تو و خدا کہ دریں کشمکش کہ من باشم
چگونہ چوں دگراں زیستن تواں بمراد
رواں ز غصہ سفالی است در گزرگہ سنگ
خرد ز فتنہ چراغیست بروریچہ باد
ز جوشِ خون جگر دیدہ کوزۂ صباغ
ز سوزِ داغِ دروں سینہ کورۂ حداد
کبود پوشم و قرطاس پیرہن سازم
گہی بہ ماتم دانش گہی بہ حسرتِ داد

قصائد و مثنویاتِ فارسی (مرتبہ مہر) ص ۴۳

پھر بڑی خوبی سے گریز کرتے ہیں:

بیا کہ دادہ نویدِ نکوئیِ فرجام
حسینؓ ابن علیؓ آبروئے دانش و داد

پھر امام حسینؓ کی تعریف میں کہتے ہیں کہ وہ ایسے امام تھے جنھوں نے خدا طلبی میں عبادت گزاروں کی آبرو بڑھادی اس شہیدِ سعید کی حبلِ ورید نے جلاّد کے خنجر سے تشنہ لبی کا خراج لیا۔ حسین سید الشہدا اور سید السجاد تھے:

ز نقشِ پائی تو محراب سازیِ اقطاب
ز گردِ راہ تو سجادہ بانیِ اوتاد

حقیقت تو یہ ہے کہ غالب کا زورِ کلام ایک چڑھتا دریا ہے لیکن چڑھتے دریا دل تسخیر نہیں کرسکتے۔ اس منقبت میں گداز کا عنصر کم ہے۔ قصیدے کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

غمت اگر ہمہ مرگ است من بداں زندہ
ولایت ار ہمہ درد است من بداں دلشاد
امید را بدعای ہمی وہم تسکین
خرابہ را بہ ھوای ھمی کنم آباد!
کہ چوں بحشر غلامان خویش بشماری
"کجاست غالب آوارہ" بر زبانت باد!

ایضاً" ص ۸۴

غالب کے متعدد دیگر قصیدوں کی طرح اس قصیدے کو پڑھ کر حالی کے قول کی صداقت آئینہ ہوجاتی ہے کہ مرزا کی تشبیب بہ نسبت مدح کے نہایت شان دار اور عالی رتبہ ہوتی ہے۔

حفیظ تائب کی غالب کی اسی زمین میں لکھی گئی منقبت کا ان کے قصیدے سے تقابل ویسے تو بے محل ہے اس لیے کہ تائب نے اس زمین میں صرف نو شعر کہے ہیں اور قصیدے کی ہیئت کی درجہ بدرجہ پیروی نہیں کی۔ مگر تائب کی یہ

منقبت اس اعتبار سے ضرور قابلِ تعریف ہے کہ اس میں انہوں نے تازہ تراکیب کا جو بو قلموں چمن مزین کیا ہے اس کی مثال غالب کے مذکورہ قصیدے میں بہت کم ملتی ہے۔ حسینؓ کے لیے رحمت زاد' صبا مژدہ' امیرِ معاد' گلاب نہاد اور سپہر وقار جیسی تراکیب سے شاعر کی جدت طراز طبیعت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جس طرح نعت میں تائب کا قصیدہ آیۂ نور لافانی ہے' اسی طرح منقبت کے ذخیرے میں ان کی یہ تخلیق بھی نہایت بلند پایہ رکھتی ہے:

حسینؓ ابن علیؓ' ماہِ مطلعِ ارشاد
حق آشنا و شہادت مآب و رحمت زاد
حسین مشہدِ تسلیم کا جلال و جمال
چمن طراز و صبا مژدہ و بہار ایجاد
حسین حریّت آموز و زندگی افروز
امامؓ عصر' سفیرِ بقا' امیرِ معاد
حسینؓ ابن علیؓ سرو خو' سپہر وقار
حسینؓ ابن علیؓ' ماہ رو' گلاب نہاد
وہ جس کی یاد ہے روحِ جہاد و جانِ ثبات
وہ جس کے ذکر سے وابستہ ذہن و دل کی کشاد

شعر کیسا بھی عمدہ کہا جائے اچھے شاعر کو بہرحال احساس رہتا ہے کہ مدح و منقبت کا حق ادا نہیں ہو پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اعاظمِ امت کے حضور خراجِ محبت و عقیدت کا مرتبہ جیسا بھی بلند ہو' ان کی عظمتوں اور رفعتوں کا احاطہ ممکن نہیں۔ کسی نامعلوم شاعر کا یہ شعر کس قدر مبنی بر حقیقت ہے:

ہمی شرم دارم کہ پائے ملخ را
سوئے بارگاہ سلیماں فرستم

تاہم امید ہے کہ جناب حفیظ تائب کی یہ ایمان افروز شعری کاوش یقیناً اہلِ دانش کی نگاہ میں سعیٔ مشکور کا درجہ حاصل کرے گی۔ ان کے یہ مناقب ہرے بھرے درختوں کی خنک چھاؤں ہیں اور اس عہدِ جراحت میں سامانِ راحت۔

حمدِ باری تعالیٰ

لائقِ حمد حقیقت میں ہے خلاقِ جہاں
منتظر جس کے اشارے کے ہیں سارے امکاں

اس کے ارشاد سے ذرّوں میں توانائی ہے
اس کے الطاف سے ہے زیست کراں تابہ کراں

اس کی قدرت کے مظاہر مہ و مہر و مریخ
بحر و بر، دشت و جبل اس کی جلالت کے نشاں

بھیجتا رہتا ہے وہ ابر و ہوا کے قاصد
سبزہ و گل سے وہ بھرتا ہے زمیں کا داماں

نہ کوئی اس کے سوا حشر کے دن کا مالک
نہ کوئی اس کے سوا دہر میں مختارِ اماں

وہ کسی سے بھی نہیں اور نہ کوئی اس سے
اس پہ بھی رکھتا ہے ہر شخص سے وہ رشتۂ جاں

اس نے آدم کو دیا اپنی نیابت کا شرف
اس کے احسان بھلا سکتا ہے کیسے انساں

منکروں کا بھی وہی رزق رساں ہے تائبؔ
بے نیازی ہے حقیقت میں اسی کو شایاں

نعت

دین و دنیا کی قیادت آپؐ کو بخشی گئی
زندگی افروز دعوت آپؐ کو بخشی گئی

جس سے پائیں گی ہدایت تا ابد اقوامِ دہر
ایسی بے پایاں رسالت آپؐ کو بخشی گئی

اولیّت کا شرف بخشا گیا تخلیق میں
عزّتِ ختمِ نبوت آپؐ کو بخشی گئی

زندگی کو کر دیا جس نے لطافت آشنا
سادگی میں وہ نفاست آپؐ کو بخشی گئی

مسکراہٹ سے کھل اٹھتے تھے در و دیوار بھی
ایسی جاں افروز صورت آپؐ کو بخشی گئی

زیست کا ہر شعبہ جس سے نور پائے گا سدا
وہ سراپا حسن سیرت آپ کو بخشی گئی

جو پہنچتی ہی رہے گی سب عوالم تک مدام
ایسی لا محدود رحمت آپؐ کو بخشی گئی

آپؐ کا ہر لفظ ہے معجز نما و دلکشا
کچھ عجب، روحِ بلاغت آپؐ کو بخشی گئی

وصف سب پیغمبروں کے آپؐ میں یکجا ہوئے
سب رسولوں کی امامت آپؐ کو بخشی گئی

ہوتے مرعوب اک مہینے کی مسافت سے عدو
قدرتی جاہ و جلالت آپؐ کو بخشی گئی

آپؐ ہی کے فیض سے ساری زمیں ہے سجدہ گاہ
ایسی عالمگیر وسعت آپؐ کو بخشی گئی

ہر گھڑی ایقانِ حضرتؐ کا بھرم رکھا گیا
ہر قدم پر فتح و نصرت آپؐ کو بخشی گئی

ہوگیا مالِ غنیمت آپؐ کی خاطر حلال
فقر میں ہر ایک نعمت آپؐ کو بخشی گئی

شرمساری سے بچا لیتی تھی جو مجرم کو بھی
چشم پوشی کی وہ عادت آپؐ کو بخشی گئی

منحصر عصیاں شعاروں کی ہے جس پر مغفرت
ایسی توفیقِ شفاعت آپؐ کو بخشی گئی

اپنی امّت کے لیے ہوں گے نہ کیوں وہ فکر مند
جب خدائی کی محبت آپؐ کو بخشی گئی

بعدِ محشر بھی نہ آئے گا جسے تائبؔ زوال
ایسی شانِ بے نہایت آپؐ کو بخشی گئی

مناقبؓ

خلیفتہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پائی جس صاحبِ صدق نے خلعتِ اصدق الصادقیں
وہ ابوبکرؓ ہے بعد نبیوں کے لوگوں میں افضل تریں

جس کے عہدِ خلافت میں قرآن کو شکلِ مصحف ملی
قول جس کا تھا سب سے زیادہ بلیغ و اثر آفریں

خود پڑھی سرورِ دیںؐ نے صدیقِ اکبرؓ کے پیچھے نماز
جو باجماعِ امّت ہے آفاق میں آپؐ کا جانشیں

جھوٹے نبیوں کے حق میں جو ثابت ہوا خنجرِ بے نیام
صاحبِ شاہِ لولاکؐ ہے نائبِ خاتم المرسلیںؐ

جو بقولِ علیؓ مومنوں کے لیے رحمدل باپ تھا
خلق کا مونس و غمگسار انتخابِ شہنشاہِ دیںؐ

غالب و قاہر اس کی نگاہوں میں تھے خاکسار و نزار
اس کے لطف و کرم سے تھے سرشار سب دل فگار و حزیں

جانِ تائبؔ فدا اس کے اعزاز پر اس کے اکرام پر
ثانی اثنین وہ جو ہوا اوّل السابقیں بالیقیں

ثانی اثنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدیقؓ وہ نگاہِ پیمبرؐ کا انتخاب
جس کو نصیب شانِ حضوری ہے تا ابد

اس کا وجود ملتِ بیضا کا اعتبار
قول اس کا معتبر تو عمل اس کا مستند

تھے مال و جاں نثار رسالت مآبؐ پر
طاعت کی مثل ہے نہ سعادت کی کوئی حد

ملحوظ اتباعِ رسولِ کریمؐ تھا
منظور کوئی شے تھی تو خوشنودیٔ صمد

شیرِ خدا رضؓ نے اس کو کہا اشجعِ اناس
کیا اس سے بڑھ کے اس کی شجاعت کی ہو سند

پائی نہ اس نے آپ کے اخلاص کی مثال
چشمِ فلک نے دیکھے ہیں کتنے ہی جزر و مد

ترویجِ دینِ پاک میں سبقت وہ لے گیا
یکجا تھے اس میں نورِ یقیں' جوہرِ خرد

حکمت سے ارتداد کا فتنہ کیا فرو
ہر کذب اس کے نورِ یقیں سے ہے مسترد

ملّت پھر اضطرابِ مسلسل میں ہے اسیر
یا رب! تجلیِ حضرتِ صدیقؓ المدد

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

فروغِ روئے دیں صدیقِ اکبرؓ
امیر المومنیں صدیقِ اکبرؓ

نبیؐ کے دین کے پہلے محافظ
نبیؐ کے جانشیں صدیق اکبرؓ

چمن زارِ محمد مصطفیٰؐ کی
بہارِ اولیں صدیقِ اکبرؓ

یقیں جن کا زمانے میں مسلّم
وہ تصویرِ یقیں صدیقِ اکبرؓ

نبیؐ نے خود امامت جن کو سونپی
امام المتقیں صدیقِ اکبرؓ

رفیق و راز دارِ شاہِ لولاکؐ
انیس و غمگسارِ شاہِ لولاکؐ

○

نسیمِ صبحِ گفتار ابوبکرؓ
شعاعِ مہر کردار ابوبکرؓ

جہاں پاتا رہے گا نور جن سے
وہ قندیلیں ہیں افکارِ ابوبکرؓ

زہے حلم و یقین و صدقِ صدیقؓ
خوشا اخلاص و ایثارِ ابوبکرؓ

بہر میداں فدا کاری کے جوہر
تھا کتنا تیز رہوارِ ابوبکرؓ

تھے فاروقؓ اور عثمانؓ ان کے حامی
علیؓ بھی دل سے تھے یارِ ابوبکرؓ

امینِ دین و آئینِ رسالت
نگہدارِ فرامینِ رسالت

سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

عادل عمرؓ، عظیم عمرؓ، عہد گر عمرؓ
محبوبِ کبریاؐ کی دعا کا ثمر عمرؓ

پہلی اذاں سے گونج اٹھی کعبہ کی فضا
ایمان لایا جب شہِ والا گہر عمرؓ

ہوتا عمرؓ جو ہوتا نبی کوئی میرے بعد
اس قولِ مصطفیٰؐ سے بھی ہے معتبر عمرؓ

ایران میں چھپے ہوئے دشمن کی دے خبر
یا ساریا! پکارے جو وہ دیدہ ور عمرؓ

دریائے نیل نامہ سے جس کے ہوا رواں
اللہ کے جلال کا وہ نامہ بر عمرؓ

اعرابی کو جو دے حقِ تنقید برملا
جو حق کے ہر تقاضے سے تھا باخبر عمرؓ

ہر نکتۂ فلاح رہا اس کے سامنے
ہر جادۂ حیات میں مثلِ خضر عمرؓ

تھا امن و ارتقا کے تقاضوں سے بہرہ مند
میدانِ کارزار میں سینہ سپر عمرؓ

اک امتزاجِ عشق و خرد اس کی ذات میں
روشن ضمیر و صاحبِ فتح و ظفر عمرؓ

سب کارنامے زندۂ جاوید اس کے ہیں
اسلام کا وقار و حشم سر بسر عمرؓ

احسان و عدل کی وہ علامت ہے آج بھی
ہے آج بھی زمانے کے لب پر عمرؓ عمرؓ

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

سنوارا عدل و احساں کا چمن فاروقِ اعظمؓ نے
نکھارا زندگی کا بانکپن فاروقِ اعظمؓ نے

ممالک ہی نہیں قوموں کے دل تسخیر فرمائے
دکھا کر شوکتِ دینِ حسن فاروقِ اعظمؓ نے

معیشت کی اعانت سے تمدّن کی حفاظت سے
بنایا ان زمینوں کو گگن فاروقِ اعظمؓ نے

تدبّر اور تحمّل کا سبق دے کر مسلماں کو
سکھایا زندہ رہنے کا چلن فاروقِ اعظمؓ نے

مساوات و اخوّت عام فرما کر زمانے میں
فزوں کردی خلافت کی پھبن فاروقِ اعظمؓ نے

جلائی شمع ایثار و مروّت بزمِ عالم میں
سجائی عافیت کی انجمن فاروقِ اعظمؓ نے

جگائی قسمتِ اسلامیاں فہم و فراست سے
لگائی آدمیّت کی لگن فاروقِ اعظمؓ نے

کیا سیراب کشتِ زیست کو افکارِ زرّیں سے
بکھیرے نطق سے لعلِ یمن فاروقِ اعظمؓ نے

مصائب بیکسوں کے اپنی جاں پر جھیل کر تائبؔ
مٹائے قوم کے رنج و محن فاروقِ اعظمؓ نے

سیدنا حضرت عثمان ابنِ عفان رضی اللہ عنہ

سرچشمۂ انعام و عطا حضرتِ عثمانؓ
دریائے کرم، بابِ سخا حضرتِ عثمانؓ

اسلام کی تاریخ کا وہ پہلا مہاجر
وہ راہروِ شہرِ صفا حضرتِ عثمانؓ

اسلامیوں میں مصحفِ واحد کیا جاری
وہ سمت نما نجمِ ہدیٰ حضرتِ عثمانؓ

مال اس کا رہا وقف پئے ملتِ بیضا
وہ خوگرِ تسلیم و رضا حضرتِ عثمانؓ

شرماتے تھے قدسی بھی جس انساں کی حیا سے
وہ پیکرِ تقدیس و حیا حضرتِ عثمانؓ

جاں دی پہ نہ خوں ریزیٔ امت ہوئی منظور
وہ کشتۂ بیداد و جفا حضرتِ عثمانؓ

وہ جس کا لقب صاحبِ نورین ہے تائبؔ
وہ نازشِ اربابِ وفا حضرت عثمانؓ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمانِ غنیؓ مثلِ صبا جن کا ہے کردار
وہ کاملِ ایمان و حیا سر بسر ایثار

ہاتھ اپنے کو آقاؐ نے کہا جب یدِ عثمانؓ
شانِ ابو عبداللہؓ کا مقصود تھا اظہار

فرمائی رسد لشکرِ عسرہ کو مہیا
مسرور ہوئے جس سے بہت سیّدِ ابرار

اک مصحف و قرات پہ کیا قوم کو یکجا
وہ معتمدِ سرورِ دیںؐ، محرمِ اسرار

تا اندلس و سندھ عَلم دین کے گاڑے
اور بحر کی تسخیر کو بیڑا کیا تیار

تھے جن کے لیے برجِ رسالت کے دو اختر
کاشانہ رہا جن کا ہمیشہ ہی پُر انوار

عبداللہؓ پسر جن کا تھا دو ہجرتوں والا
جو پورِ رقیہؓ تھا جو سبطِ شہِ ابرارؐ

جاں دی پہ گوارا نہ ہوئی دوری طیبہ
وہ حبِ نبیؐ خدمتِ دیں میں رہے سرشار

اللہ غنی مرتبہ عثمانِ غنیؓ کا
وہ نرم روی اور رواداری کا معیار

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

شاہِ خیبر شکن کی یاد آئی
پیشوائے زمن کی یاد آئی

جاں نثارِ رسول ﷺ زوجِ بتولؓ
شیرِ حق، بوالحسن کی یاد آئی

وا کیے جس نے سینکڑوں عقدے
اس گل افشاں دہن کی باد آئی

یاد آیا حنین کا نقشہ
دستِ شمشیر زن کی یاد آئی

جس کو اپنا بدن نبیؐ نے کہا
اس مبارک بدن کی یاد آئی

مسئلے جب اٹھ اٹھ آئے
بوترابی چلن کی یاد آئی

جب جہالت کے دشت میں بھٹکے
حکمتوں کے چمن کی یاد آئی

دل کو تسکین ہوگئی تائبؔ
جس گھڑی پنجتن کی یاد آئی

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

مظہرِ شان و شکوہِ مصطفیٰؐ مولیٰ علیؓ
ضیغمِ حق، بوتراب و مرتضیٰؓ مولا علیؓ

اک علامت عزم و استقلال کی ہر دور میں
ایک رعنا پیکرِ فقر و غنا مولیٰ علیؓ

آسمانِ اتقا وہ نیّرِ برجِ ولا
قائدِ ایوانِ تسلیم و رضا مولیٰ علیؓ

منزلت ہے آپ کی مَن کُنت مولیٰ سے عیاں
ہیں بجا ہارونِ خیر الانبیاؐ مولیٰ علیؓ

لافتیٰ الاّ علیؓ ہے جن کا اعزاز و شرف
وہ جری وہ مردِ میدانِ وغا مولیٰ علیؓ

آپ کا ہر فیصلہ عہد آفرین و عہد گر
ماہِ حکمت بر سرِ چرخِ صفا مولیٰ علیؓ

دلکش و معجز نما ہیں ان کے خطبات و خطوط
دورِ نازک میں تدبّر کی صدا مولیٰ علیؓ

کب جہاں نے دیکھا ان سا شارحِ ام الکتاب
شانِ منبرؔ وہ خطیبِ خوشنوا مولیٰ علیؓ

قابلِ تقلید کردار ان کا صلح و جنگ میں
گویا ہر میداں میں ٹھہرے رہنما مولیٰ علیؓ

حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ

نیّرِ عظمتِ کردار جنابِ حیدرؓ
سربسر مطلعِ انوار جنابِ حیدرؓ

قریۂ علم کے در، تاجِ رسالت کے گہر
معرفت کے یمِ زخّار جنابِ حیدرؓ

بزم میں موجۂ نکہت کی طرح نرم و گداز
رزم میں صورتِ کہسار جنابِ حیدرؓ

ایک آئینۂ انوار بچشمِ ایماں
ایک گنجینۂ اسرار جنابِ حیدرؓ

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

بانوانِ ملکِ عفّت امہات المومنینؓ
پاک دامن پاک سیرت امہات المومنینؓ
راز دارانِ رسالت امہات المومنینؓ
محسناتِ آدمیّت امہات المومنینؓ

سربسر صبر و قناعت امہات المومنینؓ
سربسر رشد و ہدایت امہات المومنینؓ

○

آبروئے دین و ملّت امہات المومنینؓ
حجلہ آرایانِ عصمت امہات المومنینؓ
نیک طینت نیک خصلت امہات المومنینؓ
سربسر تمکین و عظمت امہات المومنینؓ

سربسر خُلق و مروّت امہات المومنینؓ
سربسر لطف و عنایت امہات المومنینؓ

○

اولیّت کے شرف سے ہیں خدیجہؓ سرفراز
پہلے تصدیقِ رسالت کرنے والی دلنواز
وقتِ مشکل غمگسار و مونسِ شاہِؐ حجاز
جز براہیمؑ، امّ اولادِ پیمبرؐ پاکباز

نیک خوئی کی علامت، طاہرہ ان کا لقب
نذرِ محبوبِ خداؐ تھا ساز و برگِ زیست سب

○

دوسری زوجہ رسول اللہؐ کی سودہؓ ہوئیں
وہ جو عام الحزن میں غمخوارِ پیغمبرؐ بنیں
دختران شاہِ دیںؐ کی جو محافظ بن گئیں
وقتِ ہجرت بھی جو ان کے ساتھ مکّہ میں رہیں

طبع تھی فیاض جن کی وہ سعادت کی امیں
وقتِ آخر تک رہیں جو حجرۂ شہؐ کی مکیں

○

○

تیسری زوجہ ہوئیں سردارِ دیںؐ کی عائشہؓ
جن کو حق نے خدمتِ اسلام کی خاطر چنا
مرتبہ جن کو حدیث و فقہ میں اونچا ملا
پاک دامانی پہ شاہد جن کی سورہ نور کا

آپ کو محبوبیت کا منفرد رتبہ ملا
آپ کا حجرہ نبیؐ کا آخری مسکن بنا

○

دخترِ فاروقؓ حفصہؓ تھیں سراپا اتقا
تھے قیام و صوم جن کے خاص منظورِ خدا
عائشہ صدیقہ تھیں جن کی ہمیشہ ہمنوا
نسخۂ قرآن جن کا عام فرمایا گیا

دے چکے تھے جن کو پہلے سے بشارت مصطفیٰؐ
ہوں گے میرے بعد بوبکرؓ و عمرؓ فرماں روا

○

○

حضرت زینبؓ کہ ہیں بنتِ خزیمہ، باصفا
کنیت ان کی ہوگئی ام المساکیں برملا
ملک بھر میں ان کی فیاضی کا شہرہ ہوگیا
خدمتِ آقاؐ کا جن کو چند مہ موقع ملا

پا گئیں دریا دلی میں وہ جداگانہ مقام
آپ کا مسکیں نوازی میں سدا زندہ ہے نام

○

امّ سلمہؓ، اسم طیّب اصل جن کا ہِند تھا
مسئلہ فہمی میں رتبہ منفرد ان کا ہوا
بیعتِ رضواں کے بعد الجھن سے نکلے مصطفیٰؐ
نفسیاتی مشورہ جب ذبح کا ان سے ملا

نیک دل تھیں، صاف گو تھیں، رکھتی تھیں طبعِ غیور
عائشہؓ کے بعد وافر ان کا تھا دینی شعور

○

○

رحمدل، فیاض اور خوددار زینبؓ بنتِ جحش
راست باز اور پیکرِ ایثار زینبؓ بنتِ جحش
توڑ کر اپنا بتِ پندار زینبؓ بنتِ جحش
کر گئیں رسمِ کہن پر وار زینبؓ بنتِ جحش

لمبے ہاتھوں والی جنکو میرے آقاؐ نے کہا
صدقہ و خیرات میں جنکا ہے اونچا مرتبا

○

آٹھویں زوجہ کا برّہؓ بنتِ حارث نام تھا
جاریہ سے پایا ام المومنیں کا مرتبا
عرض پر جن کی ہوئے قیدی قبیلے کے رہا
جنکا فدیہ آپ فرمایا شہِ دیںؐ نے ادا

ظاہری و باطنی اوصاف سے تھیں بہرہ ور
نسبتِ سرکارؐ پانے سے ہوئیں عالی گہر

○

حضرتِ امِّ حبیبہؓ بنتِ بوسفیانؓ تھیں
باپ اور بھائی سے پہلے مسلمہ جو ہوگئیں
سب شرائط عقد کی پوری شہِ حبشہ نے کیں
جب نجاشیؓ کو ملا حکمِ شہِؐ دنیا و دیں

غیرتِ دیں کو نہ تھا جنکی گوارا ہوسکا
بسترِ سرکارؐ پر مشرک پدر کا بیٹھنا

○

تیسری زینب، صفیہ جو کہ تھیں بنتِ حُیَیّ
خواب میں دیکھا تھا چاند آغوش میں اترا کبھی
مصطفےؐ کی زوجیت اس خواب کی تعبیر تھی
ان کو آزادی نبیؐ نے مہر کی صورت میں دی

خوب رُو، خوش خُلق، سرتاپا وفا وہ خوش ادا
جن کی دل آزاری پہ ہوتے تھے پیغمبرؐ خفا

○

جب پیامِ عقد میمونہؓ کو آقاؐ سے ملا
اونٹ پر تھیں وہ سوار اور برملا یہ کہہ دیا
اونٹ اور اس پر ہے جو کچھ ہے رسول اللہؐ کا
حالتِ احرام میں عقد آپ سے شہؐ نے کیا

حجِ آخر میں رسولِ پاکؐ کے ہمراہ تھیں
دین کے جملہ تقاضوں سے وہ خوب آگاہ تھیں

○

ہیں فضائل مومنوں کی ماؤں کے بے انتہا
کون کر سکتا ہے حق ان کے محامد کے ادا
کوششِ مدحت تو اظہارِ ارادت ہے مرا
میں ہوں تائب ان کا بیٹا اور پھر مدحت سرا

رکھ ہی لیں گی میری عزّت امہات المومنین
ہیں سراپا مہر و شفقت امہات المومنین

فرزندانِ رسولؐ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

شاہ زادے سب نبیؐ کے واجب التعظیم ہیں
در حقیقت نور اور خوشبو کی یہ تجسیم ہیں

ایک قاسمؓ ایک عبداللہؓ خدیجہؓ کے گھر
یاد سے جن کی دلِ اہلِ درد کے دو نیم ہیں

ہاجرہؑ بھی قبطیہ تھیں ماریہؓ بھی قبطیہ
ان سے اسمٰعیلؑ تھے اور ان سے ابراہیمؓ ہیں

رحلت ان کی سانحہ ایسا کہ دل ہیں داغ داغ
حسرت ان غنچوں پہ ہے گو خم سرِ تسلیم ہیں

شیر خواری ہی میں رخصت ہوگئے ابنائے پاک
خلد میں گویا یہ اہلِ بیت کی تقدیم ہیں

بناتِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہن

کیسے بیاں ہو شان بناتِؓ رسولؐ کی
قدرت تھی ہمزبان بناتِؓ رسولؐ کی

چاروں کی چاروں لائقِ صد احترام ہیں
مثلِ فلک ہے آن بناتِؓ رسولؐ کی

تھیں مادرِ عظیم خدیجہؓ کی یادگار
نیکی تھی آن بان بناتِؓ رسولؐ کی

ان میں رواں تھا حضرتِ خیر الوریٰؐ کا خون
فطرت تھی راز دان بناتِؓ رسولؐ کی

کم کم لبوں پہ آتا رہا حرفِ مدعا
چپ ہوتی ترجمان بناتِؓ رسولؐ کی

نیچی نگاہ کرکے جھکا کر سرِ نیاز
کہتے ہیں داستان بناتِؓ رسولؐ کی

تائبؔ جو ہے رضائے پیمبرؐ کی آرزو
توقیر دل سے مان بناتِؓ رسولؐ کی

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

لختِ جگرِ سرورِ دیںؐ سیدہؓ پاکؓ
شہ بانوئے فردوسِ بریں سیدہؓ پاکؓ

وہ جس کی حیا روشنیٔ خانۂ حیدرؓ
وہ شمعِ حرمؐ پردہ نشیں سیدہؓ پاکؓ

عفّت کا نشانِ ازلی حضرتِ زہراؓ
ایثار کا معیارِ حسیں سیدہؓ پاکؓ

وہ جس کے جگر بند بنے دیں کے محافظ
وہ آبروئے دینِ متیںؐ سیدہؓ پاکؓ

وہ جس کی ردا غیرتِ نسواں کی علامت
ناموسِ رسالت کی امیں سیدہؓ پاکؓ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

غمِ عمِ نبیؐ سے دل ہے مغلوب
عطا ہو مجھ کو یا رب چشمِ یعقوبؑ

وہ دامانِ احد میں محوِ راحت
ہیں جن کے نام اشکِ خوں کے مکتوب

ابو یعلیٰ ، ابو عمارہ ، حمزہؓ
رہا باطل ہمیشہ جن سے مرعوب

علم بردارِ اوّلِ فوجِ دیں کے
رضا اللہ کی تھی جن کو مطلوب

اسد اللہ اور اس کے نبیؐ کے
شجاعت جن کے قدموں سے ہے منسوب

تھی جن کی تیغ نصرت کی علامت
ادائے جاں سپاری جن کو مرغوب

رضاعی بھائی بھی تھے شاہِ دیںؐ کے
ہر اک نسبت تھی جس سردار کی خوب

بہت کچھ کہہ کے بھی ہے بوجھ دل پر
لب و لہجہ مرا ہے ان سے محجوب

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ

یاوری کی بخت نے یوں حضرتِ بوالعاصؓ کی
زوجِ زینبؓ ہو کے ٹھہرے پہلے دامادِ نبیؐ

رشتہ زینبؓ سے نہ توڑا گو دباؤ تھا بہت
اس وفاداری سے راحت سرورِ دیںؐ کو ملی

وہ تھے ہالہؓ خواہرِ حضرت خدیجہؓ کے پسر
غلّہ پہنچاتے رہے شعبِ ابی طالب میں بھی

حسبِ وعدہ بھیج کر زینبؓ کو شاہِ دیںؐ کے پاس
عہدِ فرقت میں بڑی مشکل سے کاٹی زندگی

بعدِ تفریق ان کو دی زینبؓ نے طیبہ میں اماں
کام ان کے آگئی ان کی سلیم الفطرتی

آگئے طیبہ سے مکہ لے کے اپنا مال سب
ہر امانت کرکے واپس دولتِ اسلام لی

کرکے ہجرت خدمتِ سرکارؐ میں جب آگئے
ڈھل گئے سارے گنہ پھر سے رفیقہ مل گئی

وہ امامہؓ کے پدر ٹھہری جو زوجِ مرتضیٰؓ
فتحِ مکہ میں ردیفِ شہؐ ہوا ان کا علیؓ

جو یمامہ میں ہوئے ختمِ نبوت کے شہید
عمرِ آخر لغزشِ رفتہ کا کفارہ بنی

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

مروّت کا بانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ
بہارِ معانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ

خلافت کی مسند پہ امن چھوڑی
ہوا غیر فانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ

جوانانِ جنت کا سردار ہوگا
وہ زہراؓ کا جانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ

رسولِؐ امیں کی شبیہہ مبارک
نبیؐ کی نشانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ

نہ دیکھے گی چشمِ فلک تا قیامت
کبھی جس کا ثانی حسنؓ ابنِ حیدرؓ

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

چرچا ہے جہاں میں تری تسلیم و رضا کا
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہدا کا

نازِ بشریت ہے ترا سجدۂ* آخر
رخ پھیر دیا جس نے زمانے کی ہوا کا

نذرانۂ جاں پیش کیا دین کی خاطر
تو باب نیا کھول گیا صدق و صفا کا

ہر عہد میں خوشبو ہے تری موجِ نفس کی
ہر عصر میں جلوہ ہے ترے رنگِ قبا کا

حق گوئی و ثابت قدمی تیری مثالی
خوں تیری رگوں میں تھا رواں شیرِ خداؑ کا

دنیا میں جدا ہے ترا اندازِ شہادت
جاں دینا تھا گو شیوہ سدا اہلِ وفا کا

جس شام کئی چاند تھے کربل کی زمیں پر
اترا ہوا کیوں چہرہ تھا کوفے کی فضا کا

کیا بات ترے فرقِ شفق رنگ کی مولا
کیا کہنا ہے تیرے لبِ قرآن سرا کا

سیدنا امام حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حسینؓ ابنِ علیؓ ماہِ مطلعِ ارشاد
حق آشنا و شہادت مآب و رحمت زاد

حسینؓ مشہدِ تسلیم کا جلال و جمال
چمن طراز و صبا مژدہ و بہار ایجاد

حسینؓ حریت آموز و زندگی افروز
امامِ عصر، سفیرِ بقا، امیرِ معاد

حسینؓ ابنِ علیؓ سرو خو، سپہر وقار
حسینؓ ابنِ علیؓ ماہ رُو، گلاب نہاد

حسینؓ سیّدِ شبّانِ جنتِ فردوس
وہ جس کی تیغ نے توڑا طلسمِ استبداد

وہ جس کے غم سے عبارت بہارِ فکر و نظر
وہ برگِ صبر، وہ بارِ رضا، وہ نخلِ مراد

وہ جس نے فکر کو بخشی عمل کی جولانی
وہ جس سے عزم کی دنیا ہے آج تک آباد

وہ جس کی یاد ہے روحِ جہاد و جانِ ثبات
وہ جس کے ذکر سے وابستہ ذہن و دل کی کشاد

اساسِ ہدیۂ تابؔش ہے گفتۂ غالبؔ
"حسینؓ ابنِ علیؓ آبروئے دانش و داد"

شہیدِ اعظم رضی اللہ عنہ

جہاں میں نورِ حمیّت کو عام کس نے کیا
ہلالِ صبر کو ماہِ تمام کس نے کیا

دل و جگر کے سبھی داغ بن گئے ہیں چراغ
یہ آج ذکرِ اسیرانِ شام کس نے کیا

جلے ہیں دشت میں ہر سو دیئے بہاروں کے
کوئی بتاؤ کہ یہ اہتمام کس نے کیا

سنایا کس نے کلامِ خدا بنوکِ سناں
بزیرِ تیغ قعود و قیام کس نے کیا

سکوتِ مرگ کو کس نے بنایا نغمۂ جاں
سفالِ سوز کو کاس الکرام کس نے کیا

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ

اشقیا کے نرغے میں یوں حسینؓ تھا تنہا
خار زار میں جیسے گل کھلا ہوا تنہا

گردشِ فلک بتلا وہ تجھے لگا کیسا
ناوکوں کی بارش میں پیکرِ وفا تنہا

یا نبیؐ کے کاندھے پر بولتا چہکتا تھا
یا زمینِ کربل پر تھا وہ بے نوا تنہا

جو قیام فرما تھا پیشِ حق شبِ عاشور
اگلی دوپہر کو تھا سجدے میں پڑا تنہا

سورج اس کے پاؤں کو جھک کے بوسہ دیتا تھا
خاک و خوں میں لتھڑا تھا جب وہ مہ لقا تنہا

استعارۂ روشن ٹھہرا حق شناسی کا
تج کے شان و شوکت کو حر جو ہوگیا تنہا

پھولیں پھلیں اقدارِ ہدایت
نور شریعت کا ہو ہویدا

یک جہتی پیدا ہوجائے
صدق و صفا کا ہو پھر چرچا

ہر ہر موڑ پہ مدِّ نظر ہو
تیرے پاک نبیؐ کا شیوہ

نافذ ہو اسلام دلوں پر
حسنِ عمل کے سب ہوں شیدا

حرمتِ خونِ بشر ہو روشن
ہر ہر دل میں درد ہو پیدا

جو عاشق ہیں ختمِ رسلؐ کے
وہ اپنائیں ان کا اسوہ

پائیں فروغ اقدارِ محبت
رنگ ہو ہمدردی کا گہرا

شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ

حکایتِ غمِ ہستی تمام کہتا ہوں
میں دل کی بات بفیضِ امامؓ کہتا ہوں

عزیمت ان کی ہے آئینۂ ضمیر نما
انہیں سلام بصد احترام کہتا ہوں

ہے لازوال کچھ ایسا حسینؓ کا کردار
اسے بہارِ بقائے دوام کہتا ہوں

عبادتِ شبِ آخر وہ پورِ حیدرؓ کی
جسے وقارِ قعود و قیام کہتا ہوں

انہی کے در کو سمجھتا ہوں بابِ استقلال
انہی کے گھر کو میں دارالسلام کہتا ہوں

یہ انتساب ہے سرمایۂ ثبات مرا
کہ خود کو آلِ نبیؐ کا غلام کہتا ہوں

یہ حوصلہ بھی ہے تائبؔ عنایتِ شبیرؓ
جو حرفِ حق میں سرِ بزمِ عام کہتا ہوں

خونِ حسین رضؓ کی قسم

لرزے نہ عزم کا عَلم خونِ حسینؓ کی قسم
رختِ وفا رہے بہم خونِ حُسینؓ کی قسم

راہروانِ ملکِ حق اس کے صراطِ پاک پر
جرم ہے لغزشِ قدم خونِ حسینؓ کی قسم

زمزمۂ جہاد سے سینوں میں بجلیاں بھرو
توڑو مفاد کے صنم خونِ حسینؓ کی قسم

ابھرے گا مہرِ حریّت وادیٔ کاشمیر میں
کٹ کے رہے گی شامِ غم خونِ حسینؓ کی قسم

بوسنیائی بھائیو دور نہیں ہے صبح نور
مٹ کے رہے گا ہر ستم خونِ حسینؓ کی قسم

اہلِ حرم کے اشکِ غم لائیں گے رنگ ایک روز
خونِ حسینؓ کی قسم، خونِ حسینؓ کی قسم

حق پرستوں کا نمائندہ حسینؓ

ہر زمانے میں ہے تابندہ حسینؓ
حق پرستوں کا نمائندہ حسینؓ

ماضی و حال اس کے خوں سے مستنیر
رہنمائے نسلِ آئندہ حسینؓ

روز افزوں آب و تاب اس چاند کی
زندہ' پائندہ' درخشندہ حسینؓ

منبرِ ارشاد' شایانِ امامؓ
مسندِ عرفاں پہ زیبندہ حسینؓ

مصلحت' خوف و خطر سے بے نیاز
اک رضائے حق کا جوئندہ حسینؓ

سلام بحضورِ شہداءِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

شبیرؓ نامدار پہ لاکھوں سلام ہوں
شایانِ ذوالفقار پہ لاکھوں سلام ہوں

جس دوش پر نجاتِ دو عالم کا بار ہے
اس دوش کے سوار پہ لاکھوں سلام ہوں

گل ہائے دیں کو رنگ ملا جس کے خون سے
اس نازشِ بہار پہ لاکھوں سلام ہوں

شامل رہا جو سبطِ پیمبرؐ کی فوج میں
ہر اس وفا شعار پہ لاکھوں سلام ہوں

بیمارؓ پر سلام، علمدارؓ پر سلام
ہر ایک جاں نثار پہ لاکھوں سلام ہوں

ہوں اَن گنت سلام بناتِ رسولؐ پر
مردانِ کار زار پہ لاکھوں سلام ہوں

پیوست جس کے حلق میں تیرِ عدو ہوا
اس طفلِ شیر خوار پہ لاکھوں سلام ہوں

گوہر بکھیرتی ہے جو یادِ امامؑ میں
اس چشمِ اشکبار پہ لاکھوں سلام ہوں

ثاقبؔ غمِ شہید رہے جس میں ہر گھڑی
اس قلبِ سوگوار پہ لاکھوں سلام ہوں

سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ

عزم و استقلال کا پیکر حسینؓ ابنِ علیؓ
نظم و ضبط و شکر کا خوگر حسینؓ ابنِ علیؓ

حق پرستوں کی نرالی فوج کا بطلِ جلیل
کاروانِ عشق کا رہبر حسینؓ ابنِ علیؓ

گل بدن، گل پیرہن، گل رو، گل افشاں، گل بدوش
وہ بہارِ باغِ پیغمبرؐ حسینؓ ابنِ علیؓ

حدِّ فاصل بن گیا جو خیر و شر کے درمیاں
خوں میں ڈوبا وہ مہِ انور حسینؓ ابنِ علیؓ

آبروئے عاشقاں تائب شہیدِ کربلاؓ
افتخارِ فاتحِ خیبرؓ حسینؓ ابنِ علیؓ

امام الشہداء رضی اللہ عنہ

چرخِ رضا کے نیّرِ اعظم
کرنیں تیری عالم عالم

چشمِ فلک اور دیدۂ گیتی
یاد میں تیری دونو پُرنم

فیض ترا ہے جاری و ساری
ورد ترا ہے تازہ ہر دم

عشق ترا وہ شعلۂ رخشاں
آنچ نہ ہو گی جس کی مدھم

عزم کا طوفاں دل میں اٹھائے
تیرا ذکرِ شہادت پیہم

چمکے ہیں پھر داغ جگر کے
آیا ہے پھر ماہِ محرم

تیری محبت کا ہے تقاضا
کرتے رہیں تقلید تری ہم

عزّتِ دیں پر مرنا سیکھیں
ہم سے فزوں ہو عظمتِ آدم

ظلمتِ شر یکسر مٹ جائے
خیر کی قدریں ہوں مستحکم

نغمۂ حق آفاق میں گونجے
لہرائے ایمان کا پرچم

سلامِ بحضورِ شہیدانِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

امت کی آبرو ہیں شہیدانِ کربلاؓ
فطرت کی آرزو ہیں شہیدانِ کربلاؓ

صدق و صفا کو رکھتے ہیں ہر حال میں عزیز
کس درجہ نیک خو ہیں شہیدانِ کربلاؓ

ہیں انتخاب گردشِ لیل و نہار کا
زندہ ہیں سرخرو ہیں شہیدانِ کربلاؓ

○

سردار اس گروہِ سر افراز کا حسینؓ
تصویرِ عزم، پیکرِ صبر و رضا حسینؓ

توقیرِ عشق، چہرۂ حق کی ضیا حسینؓ
شمعِ رہِ ہدیٰ، شہِ گل گوں قبا حسینؓ

پورِ بتولؓ، وارثِ شیرِ خداؓ حسینؓ
نورِ نگاہِ حضرتِ خیر الوریٰ حسینؓ

○

اس بے ریا جماعتِ ابرار پر سلام
ہر اک وفا شعار رضاکار پر سلام

جانباز باتوانِ حیادار پر سلام
حر پر سلام، عابدِ بیمارؒ پر سلام

اس فوج کے نرالے علمدارؓ پر سلام
باصد خلوص قافلہ سالارؓ پر سلام

امامِ اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

نگہبانِ شریعت حضرتِ نعمان بن ثابتؒ
حدی خوانِ طریقت حضرتِ نعمان بن ثابتؒ

سراجِ امت و مشکوٰۃِ ملت، مشعلِ قدرت
مہِ چرخِ فقاہت حضرتِ نعمان بن ثابتؒ

تفقہ میں بھی لاثانی درایت میں بھی لاثانی
امامِ اہلِ سنت، حضرتِ نعمان بن ثابتؒ

سراپا زہد و تقویٰ، سر بسر ایمان و حق گوئی
مجسم علم و حکمت حضرتِ نعمان بن ثابتؒ

ہوئی تدوینِ علمِ شرع تائبؔ جن کے ہاتھوں سے
وہ فرزندِ رسالت حضرتِ نعمان بن ثابتؒ

سیدِ ہجویر رحمۃ اللہ علیہ

سیّد ہجویرؒ! شیدا ہے زمانہ آپ کا
مرجعِ شاہ و گدا ہے آستانہ آپ کا

ظلمتوں میں مشعلِ دیں کی فروزاں آپ نے
کفر کے ایوان میں گونجا ترانہ آپ کا

خطۂ پنجاب چمکا آپ کے انوار سے
فیض، ارضِ پاک پر ہے جاودانہ آپ کا

حق کی تائید آپ کو ہر دور میں حاصل رہی
ہر قدم تھا راہِ حق میں مخلصانہ آپ کا

گنج بخشی کے لیے بھیجا خدا نے آپ کو
اور بھرتا ہے لٹانے سے خزانہ آپ کا

آپ کے اقوالِ زرّیں جگمگاتی مشعلیں
کاشفِ اسرار حرفِ عارفانہ آپ کا

عشق میں تائبؔ انہیں دیکھا متانت آشنا
شرع میں انداز پایا والہانہ آپ کا

مخدومِ امم رحمۃ اللہ علیہ

○

خوشبو ساماں ہے جن کا سخن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں
ضو پاش ہے اب تک جن کا چلن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

ظلمت کدۂ لاہور ہوا قطب الارشاد ان کے دم سے
افزوں ہے جن سے شانِ وطن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

فطرت کی نوا، سنت کی ضیا، شفقت کی ردا، کلفت کی دوا
رحمت کی بھرن، حکمت کا چمن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

جن کے جلووں کو دورِ فلک گہنا نہ سکے گا محشر تک
تبلیغ کی وہ صبحِ روشن مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

جن کی کشف المحجوب ہوئی توحید افروز و عشق افزا
ہے جن کا عمل الحاد شکن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

جن کا فیضانِ ہدایت ہے بیماریٔ عصیاں کا درماں
وہ چارہ گرِ آشوبِ زمن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

اندازِ حیات آئینہ ہے آئینِ رسولِ اکرمؐ کا
اثباتِ مکارم، نفیِ فتن مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

وہ جن کا فقر و غنا مظہر شانِ اصحابِ پیمبرؐ کا
وہ جن کا ذکر و فکر حَسَن، مخدوم علی ہجویریؒ ہیں

شیخ عبد القادر جیلانیؒ قدس سرہ العزیز

اطاعت سرورِ دیںؐ کی روایت غوثِ اعظمؓ کی
رہِ حق میں نرالی استقامت غوثِ اعظمؓ کی

ملی ہے نسبتِ شبیرؓ و شبرؓ ان کو ورثے میں
مسلّم ہر حوالے سے نجابت غوثِ اعظمؓ کی

بنے رہزن ہوئے تائب ولایت مل گئی سب کو
جو دیکھی عہدِ طفلی میں صداقت غوثِ اعظمؓ کی

کیا دینِ مبیں زندہ لقب پایا ہے محی الدیں
جبینِ وقت پر ہے نقش عظمت غوثِ اعظمؓ کی

بنایا چور کو ابدال روکا سیلِ دجلہ کو
ہوئی کس کس طرح ظاہر فضیلت غوثِ اعظمؒ کی

قدم سب اولیاء کی گردنوں پر شاہِ جیلاںؒ کا
رہے گی تا ابد جاری ولایت غوثِ اعظمؒ کی

"مریدی لاتخف" کس نے کہا ہے میرے میراںؒ نے
کلیدِ بخشش و رحمت ہے نسبت غوثِ اعظمؒ کی

مواعظ آپ کے شمشیرِ بُرّاں کفر کے حق میں
نہ رکھتی تھی جواب اپنا خطابت غوثِ اعظمؒ کی

رہا بیداریٔ شب کا مبارک سلسلہ برسوں
مثالِ روزِ روشن تھی ریاضت غوثِ اعظمؒ کی

تنِ امت میں تازہ روح پھونکی دین و ایماں کی
یہی کیا کم ہے اے تائب کرامت غوثِ اعظمؒ کی

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ

خدیوِ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں
شہِ ہندوستاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

حسن سجزی و اجمیری کی عظمت کیا بیاں کیجے
ولایت کا جہاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

وہ چشتی سلسلے کے ہند میں بانی ہوئے گویا
نبوت کا نشاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

ملا سرکارؐ سے جن کو لقب قطب المشائخ کا
وہ میرِ کارواں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

رسولؐ پاک نے سلطانیِ ہند آپ کو بخشی
مشیّت کی زباں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

چلے جو فیضیابِ صحبتِ غوث الوریٰؒ ہو کر
وہ رہبر بے گماں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

عصا، خرقہ، مصلّے، نعلِ چوبی پا کے مرشد سے
بنے ابرِ رواں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

مراقب آستانِ سیدِ ہجویرؒ پر ہو کر
ہوئے کیسے عیاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

وہ اپنی طبع میں رکھتے ہیں دریا کی سی فیاضی
متاعِ عاشقاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

وہ سورج کی طرح ہیں گرم جوش و مہرباں سب پر
مہِ امن و اماں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

علامت ہیں زمیں کی طرح وہ مہماں نوازی کی
کرم کا آسماں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

کبھی فیضان جن کا کم نہیں ہوگا زمانے میں
بہارِ بے خزاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

وہ جن کے رنگ و خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہے
وفا کا گلستاں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

غریبوں پہ نوازش ان کی شانِ خاص ہے تائب
انیسِ بیکساں خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں

حضرت غوث بہاء الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین کی نشانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ
حق کا فانوسِ نورانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

رشد و ہدیٰ کا بہتا دریا، استغنا کا میٹھا چشمہ
کشف و کرامت کی تابانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

جس نے یکجا کر کے دکھائے عجز و تموّل، سعی و توکّل
فقر میں کی جس نے سلطانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

منفرد اس کی طاعت و خدمت، جود و سخاوت، شوکت و سطوت
زہد و عبادت میں لاثانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

حق کی رضا پیغام ہے جس کا، فیض سراپا نام ہے جس کا
شیخ بہاء الحق ملتانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

جس کے عراقیؔ سے تائبؔ تک مدح سرا ہر دور میں گزرے
عامی بھی جس کے عرفانی، غوث بہاء الحق ملتانیؒ

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام و رئیس الاولیا
ہیں بہاء الدین ملتانی بجا

دم قدم سے جن کے پھیلا ہند میں
صوفیہ کا سہروردی سلسلہ

سترہ دن کے بعد جن کو شیخ سے
ہوگیا خرقہ خلافت کا عطا

حال ان کا روزِ روشن کی طرح
مالِ دنیا جس کے رخ پر خال تھا

افتخارِ خطۂ پنجاب و سندھ
مصطفیٰؐ، حیدرؓ، حسنؓ کے دلربا

حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

عرفاں کا درخشندہ قمر، ذاتِ شکر گنجؒ
دیتے ہیں ضیا دہر کو لمعاتِ شکر گنجؒ

وہ جانِ مبارک ہے فرید اہلِ ورع میں
ہیں فقر کا سرمایہ ریاضاتِ شکر گنجؒ

ہے گلِ کدۂ چشت میں اندازِ بہاراں
اللہ غنی موجِ فیوضاتِ شکر گنجؒ

اقدارِ ولایت کو فروغ ان سے ملا ہے
منشائے نبوت ہیں اشاراتِ شکر گنجؒ

ہر قول اترتا ہی چلا جاتا ہے دل میں
اس درجہ موثر ہیں مقالاتِ شکر گنج

اس بحر کی گہرائی کو غواص ہی جانے
کیا جانے سبکسار مقاماتِ شکر گنج

اشعار میں شیرینیٔ افکار در آئی
لکھنے لگا تائبؔ جو کمالاتِ شکر گنج

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

خسروِ ملکِ معانی، شاعرِ سلطانِ چشت
نزہتِ کشتِ ولایت، بلبلِ بستانِ چشت

محفل آرائے ارادت، قائدِ اربابِ جذب
فائزِ طورِ طریقت، موسیِ عمرانِ چشت

وہ سخن ور جس کے حال و قال دونو پاک ہیں
وہ نواگر جس کی لے سے گرمیِ وجدانِ چشت

جس کا اک اک لفظ ہے آرائشِ قصرِ سلوک
جس کا اک اک نقش ہے زیبائشِ ایوانِ چشت

اس کے آبِ رشد سے تا ئب ہیں سیراب اہلِ دل
حشر تک جاری رہے گا چشمۂ فیضانِ چشت

حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ خواجہ بہاء الدیں بخاری نقشبند
جو محمد بن محمد ہو کے ٹھہرے سر بلند

نقشبندی سلسلہ موسوم ان کے نام سے
فیض سے صدیقؓ و سلماںؓ کے ہوا جو ارجمند

ابتدائی تربیت گہ صحبتِ سیّد کلال
غجدوانی سے اویسی سلسلے میں بہرہ مند

اتباعِ سنت و اصحاب کا تھا خاص ذوق
اور تھا ذکرِ خفی ان کو ہمیشہ سے پسند

آپ فرماتے زمانی' قلبی اور عددی وقوف
ہوش در دم سے مزّین تھا طبیعت کا سمند

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

ابو مؤید رضی الدین محمد باقیؒ باقی باللہؒ
جو ہے مجدد گر وہ اک مردِ لاثانی باقی باللہؒ

کابل سے دہلی و سمرقند ان کو تلاشِ حق لائی
نازاں خاکِ دہلی ٹھہرے زینت جس کی باقی باللہؒ

شہ عبدالحق دہلویؒ اور شیخ احمدؒ سے شاگرد انؒ کے
خواجہ محمد امکنگی کی جو ہیں نشانی باقی باللہؒ

افکار و کردار میں جن کے ایک لطافت و ہمرنگی
سلسلۃ الاحرار کے خالق شانِ رباعی باقی باللہؒ

مکتوباتِ شریفہ و کلیاتِ عرفانی سے
اہلِ ولا کی کرتے رہے جو راہنمائی باقی باللہؒ

حضرت شیخ مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ

تاروں کی طرح وصف مجدّد کے ہیں بے حد
شایاں ہے جنھیں سیدِ کونینؐ کی مسند

بدعات کے ظلمات میں وہ نیّرِ عرفاں
الحاد کے آشوب میں وہ نعرۂ اشہد

وہ شیخِ طریقت، وہ حدی خوانِ شریعت
وہ چشمۂ انوار وہ فیضانِ مخلد

وہ مطلعِ فاروقؓ کے مہتابِ درخشاں
وہ آئینۂ سیرت و اخلاقِ محمدؐ

شمشیرِ دو دم کفر کے حق میں قلم ان کا
حاصل جسے ہر حال میں تھی نصرتِ ایزد

اک ضربتِ ایقاں سے اسے شیخ نے توڑا
جس قلعۂ تشکیک میں ملت تھی مقیّد

اس مردِ حق آگاہ کی تبلیغ تھی جس سے
لوٹ آئے رہِ حق پہ کبھی ملحد و مرتد

بے باکی و حق گوئی کے تریاق سے تائبؔ
زائل کیا اس نے اثرِ زہرِ خوشامد

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

نیّرِ چرخِ ولایت باہوؒ
پرتوِ نورِ نبوت باہوؒ

قادریت کا درخشاں مہتاب
فقر کی زندہ روایت باہوؒ

لفظ لفظ آپ کا آئینۂ جذب
جامعِ شرع و طریقت باہوؒ

آپ ہیں علمِ لدنی کے امیں
ایک دنیائے بصیرت باہوؒ

منفرد آپ کا اسلوبِ سلوک
چاہیں بس عشق سلامت باہوؒ

جن کے دل میں تھے نہاں چودہ طبق
سر بہ سر حسنِ کرامت باہوؒ

تشنگی تو بھی مٹا لے تائب
چشمہء فیض ہیں حضرت باہوؒ

امیرِ ملّت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

وہ سیّد جماعت علی شاہ تھے
جو رمزِ حقیقت سے آگاہ تھے

وہ حافظ، مفسّر، محدّث، امیر
وہ مینارِ روشن سرِ راہ تھے

وہ شرع و طریقت کا تھے امتزاج
وہ درویش ہو کر بھی ذی جاہ تھے

وہ ملّی امنگوں کے تھے ترجمان
وہ قائد کے ہم فکر و ہمراہ تھے

وہ تیور فضا کے تھے پہچانتے
شبِ تار میں صورتِ ماہ تھے

وراثت ملی اُن کو سرہند کی
وہ خود آشنا و حق آگاہ تھے

مناجاتیہ

بھیج سکوں کا کوئی جھونکا
دل بے چین ہے بارِ الٰہا

وہ بحران ہے دم گھٹتا ہے
آب و ہوا کا کوئی مداوا

تیرے فضل تری رحمت سے
ذاتی غم ہے مجھ کو گوارا

سخت پریشاں رکھے لیکن
درد و الم ابنِ آدم کا

انساں کا انساں ہے دشمن
بجھا بجھا ہے چہرہ چہرہ

اس پر ملتِ بیضا کا غم
بنتا جاتا ہے جاں لیوا

سب اسلامی قوموں پر ہے
پردۂ امن میں ظلم ہمیشہ

مغربیوں کا دامِ معیشت
سخت بہت ہے ہوتا جاتا

یہ تشویش ہے سب سے بڑھ کر
دیس ہے ہر آفت کا نشانہ

دہشت گردی کے عفریت نے
خوف ہے ہر جانب پھیلایا

لوٹ کھسوٹ کی یلغاروں سے
ساری معیشت ہے تہ و بالا

وار سے فرقہ واریت کے
قصرِ اخوت میں ہے لرزہ

شورش و سازش کی دیمک نے
چاٹ لیا ہے ہر منصوبہ

امن و اماں ہے درہم برہم
مہنگائی کا بول ہے بالا

مغرب کی زد میں ہے ثقافت
شرم و حیا کا سانس ہے اکھڑا

ہر انساں ہے بیکل و مضطر
مقصدِ زیست ہے بھولا بھولا

میرے خدا اس پاک وطن میں
دینِ محمدؐ کا ہو احیا

عدل و خیر کا دور آجائے
ہر کوتاہی کا ہو ازالہ

تیرہ و تار فضا سے یارب
پھوٹ پڑے سرسبز سویرا

ایک ہوں سارے اہلِ ایماں
زیرِ قیادت ان کے ہو دنیا

وہ اسلام کا رنگ جمائیں
ہو جائے ہر سمت اجالا

جذبۂ خدمت دل میں بسائیں
لہرائیں احساں کا پھریرا

ہر صورت ہو نکھری نکھری
ہر منظر ہو اجلا اجلا